

صَفْحٌ مَطْمَئِنَّةٌ فِيهَا كُتِبَ قِيَمَةُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
آخِرَ آدَمِ لِسِيسِ پَرْدِ مَقْتَدِرِ پَدِيدِ

بَعْدِ

— (اُرْدُو ترجمہ) —

# مکتوبات امام ربانی

حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی قدس سرہ

کَلَامُ اَوَّلُ — خُصَّةً بِشَیْخِ

— (تصحیح و حواشی و ترجمہ) —

مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی

خطیب امام منہج حضرت انا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ الامور

— (ناشر) —

مدینہ پبلشنگ کمپنی، بٹلر روڈ، کراچی

(مجلہ تحقیق بحق تاسیس محفوظ ہے)

آفٹ ایڈیشن \_\_\_\_\_ ۱۹۷۱ء

نام کتاب \_\_\_\_\_ مکتوبات امام ربانی

مترجم \_\_\_\_\_ محمد سعید احمد نقشبندی خلیفہ جامعہ حضرت داتا گنج بخش لاہور

طابع \_\_\_\_\_ مشہور آفٹ پریس، میکلوڈ روڈ، کراچی

ناشر \_\_\_\_\_ مدینہ پبلشنگ کمپنی، بندر روڈ، کراچی

تعداد \_\_\_\_\_ دو ہزار (۲۰۰۰)

قیمت \_\_\_\_\_

مجلتہ کاپیتہ

مدینہ پبلشنگ کمپنی

بندر روڈ — کراچی — پاکستان

# فہرست مضامین حصہ پنجم اردو ترجمہ فہرست اول مکتوبات شریفیہ آریانی

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۹	دعوت اور توحید کے درمیان فرق اور اول کی دوسرے پر تفصیلت -	۲۵	مکتوب نمبر ۲۶۹ دشمنان دین کو ذلیل و خوار رکھنا اور ان بدعتوں کے باطل ہونے کو دیران کرنے اور حقیر کرنے کی ترغیب میں اور اپنے لیے اس امر عظیم کی آرزو کرنے کے بیان میں -
۳۱	آیت کریمہ: هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ اَوَّلًا وَآخِرًا وَعِیَّتِ الْاٰخِرُ اَوَّلًا وَالْاَوَّلُ اٰخِرًا کے مراد ہی معنی -	۲۶	مکتوب نمبر ۲۷۰ اس بیان میں کہ بعض معتدین غلویت گزینی سے افضل ہوتی ہیں -
۳۳	ایک وجود کے تائین پر لازم و احرام اور دینی کے متعلق سوال و جواب -	۲۷	مکتوب نمبر ۲۷۱ ایک واقعہ کے استفسار کے حل میں -
۳۳	شیخ اکبر نے فرمایا ہے کہ خاتم النبوت بعض علوم خاتم النبوت سے اخذ کرتا ہے - اور اس کی توجیہ کا بیان	۲۸	مکتوب نمبر ۲۷۲ ایمان غیب کے بیان میں - اور غیب کا بیان - اور ایمان شہودی اور ایمان بالغیب کی تفصیلت کے بیان میں -
۳۵	حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کو بھی پہلے توحید و جدی کے واسطے سے یہ واقعہ ہوا تھا اور اس کے علوم سے آپ نے حشر و فخر اٹھایا لیکن جب عنایت خداوندی انہ	۲۹	اور توحید شہودی اور جدی کا بیان اور اس بیان میں کہ سب سے پہلے جس نے توحید و جدی کی تصریح کی ہے وہ صاحب فتوحات ہے - اس سے پہلے مشائخ کی جہالت توحید و جدی کا صرف احتمال رکھتی ہیں - اور حصول ختم میں توحید شہودی و کلام ہے نہ کہ توحید و جدی -
۳۷	بعض صوفیہ وجود کی تصریح کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کلمات نبوت کے حصول کے بعد شہود و عدت و کثرت کے مقام میں تھے اور آیت کریمہ وَاِنَّا اَنْطَلِقُكَ اَلْکُوْنُ سے اس پر دلیل لانا -	۳۰	حضرت خواجہ جنگ (خواجہ نقشبند) کا قول کہ جو کچھ دیکھا گیا یا سنا گیا یا جان گیا سب



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۱	کلام افضل اور نفس کی تحقیق اور ہر ایک کا اللہ تعالیٰ کا کلام ہونا اور اس کے ٹکڑے کا کفر۔	۳۷	غیر حق تعالیٰ ہے۔ نیز آپ کا یہ قول مبارک کہ خدا کی معرفت ہواء اللہین پر حرام ہے۔ اگر اس کی ابتداء بایزید کی انتہاء ہو۔ اور اچکھس قول کا بیان کہ ہم نہایت کبریاست میں درج کرتے ہیں۔
۳۲	جاننا چاہیے کہ ممکنات کے لیے جو وجوہ ثابت کرتے ہیں وہ ممکن کی باقی صفات کی طرح ایک کمزور اور ضعیف وجود ہے۔	۳۸	وہ جماعت جو تنزیہ صفت پر ایمان نہیں رکھتی اور شاہد عقل کے سوا کسی اور امر کے قائل ہیں و محمدین میں سے ہیں۔
۳۳	انبیاء کرام علیہم السلام بہت سے احکام میں عوام کی طرح زندگی گزارتے ہیں۔	۳۹	صوفیہ کی پُر غرور باتوں سے فتنہ میں نہ پڑ جانا۔
۳۴	منقول ہے کہ حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ کا ایک فرزند فوت ہو گیا تو آپ نے فرمایا۔ گناہ بچ کر گیا ہے۔ اور جب سید بشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صاحبزادہ فوت ہوا تو آپ اس کی وفات پر رونے لگے۔	۴۰	یہ جماعت اگر غلبہ حال کے باعث عجز و قرار پائے۔ لیکن ہمارے ساتھ جو مقلد نہیں کیا۔ معاملہ کیا جائے گا۔
۳۵	انبیاء کرام علیہم السلام کا ایمان اور صحابہ اور ان اولیاء کا ایمان جو صحابہ سے ملحق ہیں شہور کے بعد غیبت میں قرار پذیر ہوا۔	۴۱	علماء مجتہدین کی تقلید کرنی چاہیے اور صوفیہ جو کچھ مجتہدین کی آرا کے خلاف کہتے ہیں اس کی تقلید نہیں کرنی چاہیے۔ اور حسن ظن کے تحت صوفیہ کے حق میں زبان طعن بھی نہیں کھولنی چاہیے۔
۳۶	علمائے آخرت کا ایمان اگر ایمان بالغیب ہے۔ لیکن اس غیب نے انبیاء کرام کی متابعت کے نور کے باعث حدس کا حکم پیدا کر لیا ہے۔ اور عام مومنین کے ایمان بالغیب کی اقسام میں سے بہترین قسم وہ ہے جو تقلید انبیاء سے مربوط ہے۔	۴۲	ابن عربیوں کا رد جو اسی دنیا میں رویت بصری کے قائل ہیں۔ اور حق تعالیٰ کے ساتھ کلام و محاکمہ کا دعویٰ کرتے ہیں۔
۳۷	سوال :- علماء کرام نے فرمایا ہے کہ تقلیدی ایمان سے استدلالی ایمان بہتر ہے اور اس کا جواب الخ	۴۳	علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ انفرادی علیہ السلام نے شبہ علاج اللہ تعالیٰ کو دیکھا یا نہیں ؟

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۵۲	کرمین نہ تو یہ کام کرتا ہوں اور نہ اس کا انکار کرتا ہوں۔ اور اس کی مراد کا بیان۔ مکتوب نمبر ۲۶۳	۲۷	اس صاحب استدلال پرافسوس جس کا ایمان صرف استدلال سے حاصل ہوا اور تقلید انبیاء نہ کرے۔ مکتوب نمبر ۲۶۳
۵۳	بند ہمت بننے اور سفلی شعور کی طرف توجہ نہ کرنے کے بیان میں ذکر کثرت کے آئینوں سے متعلق رکھتے ہیں۔ مولانا احمد برکی رحمہ اللہ تہائی کی مدح و ثنا۔ مکتوب نمبر ۲۶۵	۲۸	اس بیان میں کہ سائل کو اپنے شیخ مقتدا کے طریقہ کا پابند ہونا چاہیے۔ اور دوسرے مشائخ کی طرف توجہ نہ کرنی چاہیے۔ اور اگر معاملات اس کے خلاف رونما ہوں تو ان کا کچھ اعتبار نہ کرنا چاہیے۔
۵۴	استفسار کے جواب اور علوم و نیب سیکھنے اور احکام فقہ کی اشاعت کی ترغیب میں۔ اچھے اور دوستوں کے احوال سے واقف نہ ہونے سے ریخیدہ نہ ہوں۔ اسے بے حاصل کی دلیل نہ قرار دیں۔	۳۸	اس مضمون سے متعلق سوال و جواب۔ اور شیطان کے آنسو و علیہ السلام کی صورت میں متشکل نہ ہونے کا بیان۔
۵۵	اس راہ میں قدم اول یہ ہے کہ اللہ کے سوا کچھ نہ دیکھے۔ اور اسی حالت کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔ مکتوب نمبر ۲۶۶	۳۹	ایک روز حضور تیدا بشر علیہ السلام مجلس میں تشریف فرما تھے، قریش مکہ کے سردار بھی وہاں حاضر تھے۔ آپ نے ان کے سامنے صوفیہ و انجم تلاوت فرمائی۔
۵۶	محکمات اور متشابہات قرآن کے بیان میں اور علماء رافضیہ اور ان کے کمالات کا بیہیان۔ کتاب کاتب اور علامہ متشابہات میں اور محکمات اس کا پھلکاؤں۔ حرفت پھیلنے کا علم حاصل کرنے والے علماء پھیلنے پر خوش ہیں	۵۰	مخالفت طریقہ سے منع فرمانا وہ مخالفت خواہ سماع و رقص کی صورت میں ہو خواہ مولود اور شعر خوانی کی شکل میں۔ کیونکہ مطلب تمام ایک وصول ان امور کے ترک کرنے سے ہو گا۔ خواہ بزرگ حضرت خواجہ نقشبند کا قول



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۶۵	قلب کی سلامتی اس وقت سیر آتی ہے کہ اس میں جی ٹھیکہ سوا کسی شے کا گزند نہ رہے۔ فرما اگر ہزار سال بھی زندگی و فاعل کے انہم	۵۷	اداسی پر اکتفاء کیے بیٹھے ہیں۔ عام صوفی اس بات کے فخر پر ہیں کہ اپنی گردنوں کو شریعت کی رسی سے لکھالیں اور آیت و احادیث کے حقیقی یا بیکہ الیقین کا معنی۔ عارفین معتزلوں کی نسبت جہالت کے زیادہ محتاج ہیں۔ علماء ظاہر نے شریعت کے قشر و چھلکے پر کفایت کی ہے۔ مگر انہیں نے چھلکے کو مغز کے ساتھ جمع کر لیا ہے۔
۶۶	حدیث فان الیبت کا لفظ یقظہ و حوقہ	۶۰	ایک مدت تک یہ فقیر منشاءات کے علم کو انہ تھانی کے پھر کرنا تھا۔ آخر کار حضرت حق تعالیٰ نے اپنے فضل محض سے ان کو تادیق فرمایا
۶۷	مکتوب نمبر ۲۷۹	۶۱	مکتوب نمبر ۲۷۷ علم الیقین، عین الیقین، اور حق الیقین کے معنی ہیں۔
۶۸	مکتوب نمبر ۲۸۰	۶۲	علم الیقین کی تفسیر خواجہ عبداللہ کا قول کہ سیر و قسم ہے۔ سیر متبیل اور سیر مستدیر عین الیقین اور حق الیقین کی تفسیر۔ تجلی صوری اور حق الیقین کے درمیان فرق۔
۶۹	مکتوب نمبر ۲۸۱	۶۳	مکتوب نمبر ۲۷۸ اس بیان میں کہ ہر شخص پر درستی مقام اور برحقانہ شریعت کے بعد غیر حق سے دل کی سلامتی لازم ہے۔ اور طریقہ نقشبندیہ کی مدح و ثنا۔ اور مردوں کی امداد کی ترغیبیں
	اس بیان میں کہ اس گروہ اولیاء اللہ کی محبت سرایہ سادت ہے۔ اور جس کو اس نعمت سے مشرف فرمانا چاہیں اسے سب کچھ دیں گے بشرطیکہ وہ استقامت دکھائے		
	مکتوب نمبر ۲۸۱		
	مسلک نقشبندیہ کے ساتھ منسلک ہونے کی نعمت کے شکر کے بیان میں نیز اس بیان میں کہ اس طریقہ میں اتباع کی وجہ سے کمالات نبوت کے راستے سے طریق کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور جو اس طریقہ میں واقعات اور خوابوں پر اعتماد کرتا ہے۔		

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۴۳	مکان کے دائرہ سے باہر نکل گئے۔ اور ازل وابد کو آن واحد میں پایا۔ مکتوب نمبر ۲۸۲	۴۹	اور نئی نئی باتوں کا اختراع کرتا ہے۔ وہ خائبہ خاسر ہے۔ اس فقیر کے نزدیک اس راہ میں ایک قدم ترقی کرنا۔ دوسرے راستوں میں سات قدم ترقی کرنے سے بھی بہتر ہے۔ مکتوب نمبر ۲۸۲
۴۳	اس بیان میں کراحوال و کواجید عالم امر کا حصہ ہیں۔ اور ان احوال کا علم عالم خلق میں سے ہے۔ حقیقت معاشرہ بات چیت جو غم زدہ کلاں کی طرف لکھے گئے مکتوب میں بیان فرمائی ہے۔ جاننا چاہیے کہ انسان کا ظاہر عالم خلق سے مربک ہے اور اس کا باطن عالم امر سے۔ مکتوب نمبر ۲۸۲	۵۰	حضرت ایساں اور حضرت خضر علیہما السلام کی ملاقات کے بیان میں اور اس امر کے بیان میں کہ دونوں حضرات روحانیوں میں سے ہیں اور اب احکام شریعہ کے مکلف نہیں ہیں۔ قطب مدار امام شافعی کے مذہب پر ہوتا ہے۔ کمالات ولایت کو فقہ شافعی سے موافقت ہے اور کمالات جوت کو فقہ حنفی سے۔
۴۳	سماع، وجد اور رقص کے احکام اور بعض ان معارف کے بیان میں جو روح سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ جماعت جس کے احوال بدلتے رہتے ہیں، سماع اور وجدان کے لیے نافع ہے۔ تجلیات ذاتیہ واسلے سماع اور وجد کے محتاج نہیں۔ ہاں منتہی حضرات کی ایک قسم ایسی ہے کہ استمرار وقت کے باوجود سماع انہیں نفع دیتا ہے۔ سوال و جواب۔ اور آنحضرت علیہ السلام کے ارشاد مبارک کی مع اللہ وقت الخ کا معنی۔	۵۱	فصول ستہ میں خواجہ محمد یاسا کا قول کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد امام ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق عمل کریں گے۔ مکتوب نمبر ۲۸۳ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شب سماع میں خدا تعالیٰ کا دیدار کرنے کے بیان میں اور اس بیان میں کہ یہ رویت دنیا میں واقع نہیں ہوئی، بلکہ آخرت میں واقع ہوئی۔ آنحضرت علیہ السلام شب معراج زمانہ



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	۱۷۹	۱۷۹	مسائل و جواب اور حدیث ترقی صبی فی الصلوٰۃ کا بیان۔
	۱۸۰	۱۸۰	حدیث اقرب ما یكون العبد من الرب فی الصلوٰۃ۔
۸۱	۱۸۱	۱۸۱	دوام وقت کا انکار ناسانی کی علامت ہے۔
	۱۸۲	۱۸۲	اس طرح کا کامل مکمل نہایت ہی نادر الوجود ہے۔
۸۲	۱۸۳	۱۸۳	بہت حدیثوں اور دراز زمانوں کے بعد بھی اگر ایسا شیخ کامل مکمل ظہور فرمائے تو نہایت جانتا چاہیے۔ ایک عالم اس سے متواضع و مؤمن ہو گا الخ۔
۸۳	۱۸۴	۱۸۴	مستندی کے لیے سماع اور وجہ حاضر اور عروج کے متافی ہے، اگرچہ شرائط کے مطابق ہو۔
۸۴	۱۸۵	۱۸۵	مختصر یہ کہ سماع صرف متوسط لوگوں اور منتہی حضرات میں سے ایک خاص قسم کے لیے نفع مند ہے۔
۸۵	۱۸۶	۱۸۶	سماع اور قیاس کی اگرچہ بعض منتہی حضرات کو ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن یہ لوگ الخ۔
	۱۸۷	۱۸۷	اس بات کے مراد ہی معنی کا بیان کہ میر فی اللہ کے لیے نہایت نہیں۔ اور اس میر کی بے نہایتی کا معنی یہ ہے الخ
۸۶	۱۸۸	۱۸۸	فوق العرش تشریح کا بیان اور اس کی شہادت
	۱۸۹	۱۸۹	۱۸۹
	۱۹۰	۱۹۰	۱۹۰
	۱۹۱	۱۹۱	۱۹۱
	۱۹۲	۱۹۲	۱۹۲
	۱۹۳	۱۹۳	۱۹۳
	۱۹۴	۱۹۴	۱۹۴
	۱۹۵	۱۹۵	۱۹۵
	۱۹۶	۱۹۶	۱۹۶
	۱۹۷	۱۹۷	۱۹۷
	۱۹۸	۱۹۸	۱۹۸
	۱۹۹	۱۹۹	۱۹۹
	۲۰۰	۲۰۰	۲۰۰
	۲۰۱	۲۰۱	۲۰۱
	۲۰۲	۲۰۲	۲۰۲
	۲۰۳	۲۰۳	۲۰۳
	۲۰۴	۲۰۴	۲۰۴
	۲۰۵	۲۰۵	۲۰۵
	۲۰۶	۲۰۶	۲۰۶
	۲۰۷	۲۰۷	۲۰۷
	۲۰۸	۲۰۸	۲۰۸
	۲۰۹	۲۰۹	۲۰۹
	۲۱۰	۲۱۰	۲۱۰
	۲۱۱	۲۱۱	۲۱۱
	۲۱۲	۲۱۲	۲۱۲
	۲۱۳	۲۱۳	۲۱۳
	۲۱۴	۲۱۴	۲۱۴
	۲۱۵	۲۱۵	۲۱۵
	۲۱۶	۲۱۶	۲۱۶
	۲۱۷	۲۱۷	۲۱۷
	۲۱۸	۲۱۸	۲۱۸
	۲۱۹	۲۱۹	۲۱۹
	۲۲۰	۲۲۰	۲۲۰
	۲۲۱	۲۲۱	۲۲۱
	۲۲۲	۲۲۲	۲۲۲
	۲۲۳	۲۲۳	۲۲۳
	۲۲۴	۲۲۴	۲۲۴
	۲۲۵	۲۲۵	۲۲۵
	۲۲۶	۲۲۶	۲۲۶
	۲۲۷	۲۲۷	۲۲۷
	۲۲۸	۲۲۸	۲۲۸
	۲۲۹	۲۲۹	۲۲۹
	۲۳۰	۲۳۰	۲۳۰
	۲۳۱	۲۳۱	۲۳۱
	۲۳۲	۲۳۲	۲۳۲
	۲۳۳	۲۳۳	۲۳۳
	۲۳۴	۲۳۴	۲۳۴
	۲۳۵	۲۳۵	۲۳۵
	۲۳۶	۲۳۶	۲۳۶
	۲۳۷	۲۳۷	۲۳۷
	۲۳۸	۲۳۸	۲۳۸
	۲۳۹	۲۳۹	۲۳۹
	۲۴۰	۲۴۰	۲۴۰
	۲۴۱	۲۴۱	۲۴۱
	۲۴۲	۲۴۲	۲۴۲
	۲۴۳	۲۴۳	۲۴۳
	۲۴۴	۲۴۴	۲۴۴
	۲۴۵	۲۴۵	۲۴۵
	۲۴۶	۲۴۶	۲۴۶
	۲۴۷	۲۴۷	۲۴۷
	۲۴۸	۲۴۸	۲۴۸
	۲۴۹	۲۴۹	۲۴۹
	۲۵۰	۲۵۰	۲۵۰
	۲۵۱	۲۵۱	۲۵۱
	۲۵۲	۲۵۲	۲۵۲
	۲۵۳	۲۵۳	۲۵۳
	۲۵۴	۲۵۴	۲۵۴
	۲۵۵	۲۵۵	۲۵۵
	۲۵۶	۲۵۶	۲۵۶
	۲۵۷	۲۵۷	۲۵۷
	۲۵۸	۲۵۸	۲۵۸
	۲۵۹	۲۵۹	۲۵۹
	۲۶۰	۲۶۰	۲۶۰
	۲۶۱	۲۶۱	۲۶۱
	۲۶۲	۲۶۲	۲۶۲
	۲۶۳	۲۶۳	۲۶۳
	۲۶۴	۲۶۴	۲۶۴
	۲۶۵	۲۶۵	۲۶۵
	۲۶۶	۲۶۶	۲۶۶
	۲۶۷	۲۶۷	۲۶۷
	۲۶۸	۲۶۸	۲۶۸
	۲۶۹	۲۶۹	۲۶۹
	۲۷۰	۲۷۰	۲۷۰
	۲۷۱	۲۷۱	۲۷۱
	۲۷۲	۲۷۲	۲۷۲
	۲۷۳	۲۷۳	۲۷۳
	۲۷۴	۲۷۴	۲۷۴
	۲۷۵	۲۷۵	۲۷۵
	۲۷۶	۲۷۶	۲۷۶
	۲۷۷	۲۷۷	۲۷۷
	۲۷۸	۲۷۸	۲۷۸
	۲۷۹	۲۷۹	۲۷۹
	۲۸۰	۲۸۰	۲۸۰
	۲۸۱	۲۸۱	۲۸۱
	۲۸۲	۲۸۲	۲۸۲
	۲۸۳	۲۸۳	۲۸۳
	۲۸۴	۲۸۴	۲۸۴
	۲۸۵	۲۸۵	۲۸۵
	۲۸۶	۲۸۶	۲۸۶
	۲۸۷	۲۸۷	۲۸۷
	۲۸۸	۲۸۸	۲۸۸
	۲۸۹	۲۸۹	۲۸۹
	۲۹۰	۲۹۰	۲۹۰
	۲۹۱	۲۹۱	۲۹۱
	۲۹۲	۲۹۲	۲۹۲
	۲۹۳	۲۹۳	۲۹۳
	۲۹۴	۲۹۴	۲۹۴
	۲۹۵	۲۹۵	۲۹۵
	۲۹۶	۲۹۶	۲۹۶
	۲۹۷	۲۹۷	۲۹۷
	۲۹۸	۲۹۸	۲۹۸
	۲۹۹	۲۹۹	۲۹۹
	۳۰۰	۳۰۰	۳۰۰
	۳۰۱	۳۰۱	۳۰۱
	۳۰۲	۳۰۲	۳۰۲
	۳۰۳	۳۰۳	۳۰۳
	۳۰۴	۳۰۴	۳۰۴
	۳۰۵	۳۰۵	۳۰۵
	۳۰۶	۳۰۶	۳۰۶
	۳۰۷	۳۰۷	۳۰۷
	۳۰۸	۳۰۸	۳۰۸
	۳۰۹	۳۰۹	۳۰۹
	۳۱۰	۳۱۰	۳۱۰
	۳۱۱	۳۱۱	۳۱۱
	۳۱۲	۳۱۲	۳۱۲
	۳۱۳	۳۱۳	۳۱۳
	۳۱۴	۳۱۴	۳۱۴
	۳۱۵	۳۱۵	۳۱۵
	۳۱۶	۳۱۶	۳۱۶
	۳۱۷	۳۱۷	۳۱۷
	۳۱۸	۳۱۸	۳۱۸
	۳۱۹	۳۱۹	۳۱۹
	۳۲۰	۳۲۰	۳۲۰
	۳۲۱	۳۲۱	۳۲۱
	۳۲۲	۳۲۲	۳۲۲
	۳۲۳	۳۲۳	۳۲۳
	۳۲۴	۳۲۴	۳۲۴
	۳۲۵	۳۲۵	۳۲۵
	۳۲۶	۳۲۶	۳۲۶
	۳۲۷	۳۲۷	۳۲۷
	۳۲۸	۳۲۸	۳۲۸
	۳۲۹	۳۲۹	۳۲۹
	۳۳۰	۳۳۰	۳۳۰
	۳۳۱	۳۳۱	۳۳۱
	۳۳۲	۳۳۲	۳۳۲
	۳۳۳	۳۳۳	۳۳۳
	۳۳۴	۳۳۴	۳۳۴
	۳۳۵	۳۳۵	۳۳۵
	۳۳۶	۳۳۶	۳۳۶
	۳۳۷	۳۳۷	۳۳۷
	۳۳۸	۳۳۸	۳۳۸
	۳۳۹	۳۳۹	۳۳۹
	۳۴۰	۳۴۰	۳۴۰
	۳۴۱	۳۴۱	۳۴۱
	۳۴۲	۳۴۲	۳۴۲
	۳۴۳	۳۴۳	۳۴۳
	۳۴۴	۳۴۴	۳۴۴
	۳۴۵	۳۴۵	۳۴۵
	۳۴۶	۳۴۶	۳۴۶
	۳۴۷	۳۴۷	۳۴۷
	۳۴۸	۳۴۸	۳۴۸
	۳۴۹	۳۴۹	۳۴۹
	۳۵۰	۳۵۰	۳۵۰
	۳۵۱	۳۵۱	۳۵۱
	۳۵۲	۳۵۲	۳۵۲
	۳۵۳	۳۵۳	۳۵۳
	۳۵۴	۳۵۴	۳۵۴
	۳۵۵	۳۵۵	۳۵۵
	۳۵۶	۳۵۶	۳۵۶
	۳۵۷	۳۵۷	۳۵۷
	۳۵۸	۳۵۸	۳۵۸
	۳۵۹	۳۵۹	۳۵۹
	۳۶۰	۳۶۰	۳۶۰
	۳۶۱	۳۶۱	۳۶۱
	۳۶۲	۳۶۲	۳۶۲
	۳۶۳	۳۶۳	۳۶۳
	۳۶۴	۳۶۴	۳۶۴
	۳۶۵	۳۶۵	۳۶۵
	۳۶۶	۳۶۶	۳۶۶
	۳۶۷	۳۶۷	۳۶۷
	۳۶۸	۳۶۸	۳۶۸
	۳۶۹	۳۶۹	۳۶۹
	۳۷۰	۳۷۰	۳۷۰
	۳۷۱	۳۷۱	۳۷۱
	۳۷۲	۳۷۲	۳۷۲
	۳۷۳	۳۷۳	۳۷۳
	۳۷۴	۳۷۴	۳۷۴
	۳۷۵	۳۷۵	۳۷۵
	۳۷۶	۳۷۶	۳۷۶
	۳۷۷	۳۷۷	۳۷۷
	۳۷۸	۳۷۸	۳۷۸
	۳۷۹	۳۷۹	۳۷۹
	۳۸۰	۳۸۰	۳۸۰
	۳۸۱	۳۸۱	۳۸۱
	۳۸۲	۳۸۲	۳۸۲
	۳۸۳	۳۸۳	۳۸۳
	۳۸۴	۳۸۴	۳۸۴
	۳۸۵	۳۸۵	۳۸۵
	۳۸۶	۳۸۶	۳۸۶
	۳۸۷	۳۸۷	۳۸۷
	۳۸۸	۳۸۸	۳۸۸
	۳۸۹	۳۸۹	۳۸۹
	۳۹۰	۳۹۰	۳۹۰
	۳۹۱	۳۹۱	۳۹۱
	۳۹۲	۳۹۲	۳۹۲
	۳۹۳	۳۹۳	۳۹۳
	۳۹۴	۳۹۴	۳۹۴
	۳۹۵	۳۹۵	۳۹۵
	۳۹۶	۳۹۶	۳۹۶
	۳۹۷	۳۹۷	۳۹۷
	۳۹۸	۳۹۸	۳۹۸
	۳۹۹	۳۹۹	۳۹۹
	۴۰۰	۴۰۰	۴۰۰
	۴۰۱	۴۰۱	۴۰۱
	۴۰۲	۴۰۲	۴۰۲
	۴۰۳	۴۰۳	۴۰۳
	۴۰۴	۴۰۴	۴۰۴
	۴۰۵	۴۰۵	۴۰۵
	۴۰۶	۴۰۶	۴۰۶
	۴۰۷	۴۰۷	۴۰۷
	۴۰۸	۴۰۸	۴۰۸
	۴۰۹	۴۰۹	۴۰۹
	۴۱۰	۴۱۰	۴۱۰
	۴۱۱	۴۱۱	۴۱۱
	۴۱۲	۴۱۲	۴۱۲
	۴۱۳	۴۱۳	۴۱۳
	۴۱۴	۴۱۴	۴۱۴
	۴۱۵	۴۱۵	۴۱۵
	۴۱۶	۴۱۶	۴۱۶
	۴۱۷	۴۱۷	۴۱۷
	۴۱۸	۴۱۸	۴۱۸
	۴۱۹	۴۱۹	۴۱۹
	۴۲۰	۴۲۰	۴۲۰
	۴۲۱	۴۲۱	۴۲۱
	۴۲۲	۴۲۲	۴۲۲
	۴۲۳	۴۲۳	۴۲۳
	۴۲۴	۴۲۴	۴۲۴
	۴۲۵	۴۲۵	۴۲۵
	۴۲۶	۴۲۶	۴۲۶
	۴۲۷	۴۲۷	۴۲۷
	۴۲۸	۴۲۸	۴۲۸
	۴۲۹	۴۲۹	۴۲۹
	۴۳۰	۴۳۰	۴۳۰
	۴۳۱	۴۳۱	۴۳۱
	۴۳۲	۴۳۲	۴۳۲
	۴۳۳	۴۳۳	۴۳۳
	۴۳۴	۴۳۴	۴۳۴
	۴۳۵	۴۳۵	۴۳۵
	۴۳۶	۴۳۶	۴۳۶
	۴۳۷	۴۳۷	۴۳۷
	۴۳۸	۴۳۸	۴۳۸
	۴۳۹	۴۳۹	۴۳۹
	۴۴۰	۴۴۰	۴۴۰
	۴۴۱	۴۴۱	۴۴۱
	۴۴۲	۴۴۲	۴۴۲
	۴۴۳	۴۴۳	۴۴۳
	۴۴۴	۴۴۴	۴۴۴
	۴۴۵	۴۴۵	۴۴۵
	۴۴۶	۴۴۶	۴۴۶
	۴۴۷	۴۴۷	۴۴۷
	۴۴۸	۴۴۸	۴۴۸
	۴۴۹	۴۴۹	۴۴۹
	۴۵۰	۴۵۰	۴۵۰
	۴۵۱	۴۵۱	۴۵۱
	۴۵۲	۴۵۲	۴۵۲
	۴۵۳	۴۵۳	۴۵۳
	۴۵۴	۴۵۴	۴۵۴
	۴۵۵	۴۵۵	۴۵۵
	۴۵۶	۴۵۶	۴۵۶



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۸۸	نیز جس طرح کتاب وسنت کے موجب اعتقاد ضروری ہے۔ اس کے مقتضی کے مطابق کتاب وسنت سے آئمہ مجتہدین کے بیان کردہ معانی کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے۔	۸۵	بالآخر موصوفیہ کے معتقدات بھی دہی ہیں جو علماء اہل حق کے معتقدات ہیں، ہاں بعض موصوفیہ گودوران راہ اللہ
۸۶	مقلد اس امر کی اہمیت نہیں کہ مجتہد کی رائے کے خلاف کتاب وسنت سے براہ راست احکام اخذ کرے اور اس پر عمل پیرا ہو عمل میں قول مختار کو اختیار کرے۔	۸۶	اس طائفہ کی مخالف حق باتوں سے ایک بات وحدت وجود کا حکم ہے۔ اور احاطہ اور قرب اور سمیت ذاتی کا قول ہے اور خارج میں وجود زائد کے ساتھ وجود صفات کا انکار ہے۔
۸۷	حق الایمان مجتہدین کے اقوال کو جمع کرنے کی کوشش کریں۔	۸۷	ان مخالف باتوں میں سے ایک اور بات یہ ہے کہ بعض امور پر ایسا حکم لگانا جو ایجاب واجب کو مستلزم ہیں۔
۸۸	ان دو اعتقاد و عمل کے پس کے حاصل ہونے کے قرب ایضاً کے مدارج کے عروج کی طرف متوجہ ہو۔ لیکن یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ ان منازل کا قطع کرنا راہ واں راہ بین رہنا شیخ کامل مکمل کی توجہ کے ساتھ واجب ہے۔	۸۸	اور ان کے مخالف مکمل میں سے ایک حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے یا نہیں معنی ان شاء فعل دان لہ یشاء لہ فیصل۔ یہ لوگ پہلے قضیہ شریعہ کو واجب الصدق جلتے ہیں اور دوسرے کو ممتنع الصدق۔
۸۹	شیخ الاسلام ہر وہی کا قول الہی وہ کیا چیز ہے جو کہنے اپنے دوستوں کو عطا کر دی ہے جس نے ان کو پہچانا اس نے تجھے شناخت کر لیا۔ اور جب تک تجھے شناخت نہیں کیا انہیں شناخت نہیں کر سکتا۔	۸۹	اور ان مخالف امور میں سے مسئلہ قضا و قدر میں ان کی تحقیق ہے جس کے ظاہر سے ایجاب لازم آتا ہے۔ اس طرح کی مخالفت یا تین بہت سی ہیں۔ مثلاً رویت کا عدم امکان تسلیم کرنا۔ کالمیں کے ارواح کو تقسیم جانا۔ پس مالک کو چاہیے کہ حقیقت کا رنگ پہنچنے سے قبل اپنے کشف کی مخالفت کے باوجود علماء اہل حق کی تقلید کو ضروری جانے۔

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	مقام ہذب سے تعلق رکھتے ہیں۔		میں غم کر دے۔
۹۳	جاننا چاہیے کہ تمام سلوک والے مجذوب اگرچہ ہذب قوی رکھتے ہیں۔	۸۹	اور اگر اس قسم کے شیخ کی طاقات سے مشرف نہ ہو۔
۹۶	ایک بزرگ فرماتے ہیں جو میر سے نزدیک ہے وہ حقیقت طور ہے۔ اور جو دور ہے وہ نزدیک ہے۔	۹۰	انسان حرام سے اس وقت تک نہیں بچ سکتا جب تک فضول مبامات سے اجتناب نہ کرے۔
۹۷	حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کا قول کہ ہم اتمام کو ابتداء میں درج کرتے ہیں۔		اس امر کا بیان کرتی اور شروع و درج سے وابستہ ہے۔ اس کی تفصیل ایوں ہے کہ اعمال کے دو جز ہیں۔ اول امر کو بجا لانا اور دوسرے بچنا اور اس سے متعلق سوال و جواب۔
	دور کے لیے بدن سے تعلق غیر ہونے سے قبل مقدمہ کی طرف ایک طرح توجہ حاصل ہوتی ہے۔ اس سلسلہ کے اکابر الخ	۹۱	متاخرین کی اس جماعت کا بعد جس نے اس طریقہ میں نئی باتیں نکال لی ہیں اور سماع رقص اور وجد اختیار کر لیا ہے۔
۹۸	معرفت۔ ادب و قلوب مجذوب جب مقام نیکیں میں قرار پذیر ہوتے ہیں الخ	۹۲	مکتوب نمبر ۲۸۷
۹۹	اور شیخ کامل کو جب مقام قلب میں نیچے لاتے ہیں تو وہ برزخیت کی وجہ سے عالم کے ساتھ مناسبت پیدا کرتا ہے۔		مجذوب اور سلوک کے بیان میں نیز ان معارف کے بیان میں جو ان مقام سے مناسبت رکھتے ہیں۔
۱۰۰	مشائخ غفہ کا ہے کہ حجت ہذب کے حصول میں شیخ مقتدا واسطہ نہیں بنتا۔ لیکن حجت سلوک میں شیخ مقتدا کا واسطہ درکار ہے۔		اس جماعت کی خدمت میں جو کچھ داتے ہیں میرے آجائے اسی پر اکتفا کر لیتے ہیں۔ اور اسے ہی اپنا مقصد قرار دے لیتے ہیں اور اسی کے حصول کے ساتھ اپنے آپ کو کامل اور منشی گمان کرتے ہیں اور بے چون کو چھوڑ کر چلنے سے آرام پکڑتے ہیں۔
	شیخ مقتدا کو مناسب نہیں کہ اس قسم کے مجذوب متکبر کو افادہ عام کی اجازت دے اور پیری کے مقام میں بٹھائے۔		مقتدا اول ان معارف کے بیان میں جو
۱۰۱	شیخ مقتدا اچھے افادہ طالب کے وقت	۹۳	



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۰۷	سے مراتب فوق سے کسی مرتبہ میں الگ عرفت۔ سلوک کئی قسم ہے۔ بعض کو جذبہ سے پہلے ہوتا ہے۔ اور بعض کے لیے سلوک پر جذبہ مقدم ہوتا ہے۔ معرفت بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ تجلی ذاتی شعور کو دور کرتی ہے اور جو اس کو معطل اور بے کار کر دیتی ہے۔ الخ عرفت۔ مشائخ کرام حدیث لیس اللہ وقت میں دو گروہ ہیں۔	۱۰۱	جناب جنی میں التماس مضبوطی کو خاصا مضبوطی ہے۔ اور یہ اجماع تمام ائمہ میں اور تمام اوقات میں بجا نہ آئے اسے عطا کر دی جاتی ہے۔ مقصود ثانی اس بیان میں جو سلوک سے تعلق رکھتا ہے۔ حق سبحانہ کا فیض و قسم ہے ایک ایجاد اور ابقاء اور اس طرح کے امور سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسرا ایمان اور عرفت سے۔
۱۱۰	صفات و لئے منتہی حضرت علوم و معارف میں مجتہدوں کے نزدیک ہیں۔	۱۰۲	نوع اولیٰ کا فیض صفات کے واسطے سے ہوتا ہے۔ اور پس، اور نوع ثانی کا فیض بعض کو صفات کے واسطے سے اور بعض کو شیوات کے واسطے سے۔ صفات اور شیوات کے در بیان فرق نہایت ہی دقیق ہے۔ جو اولیاد اللہ میں سے بھی کسی کسی پر ظاہر ہوتا ہے۔
۱۱۱	بعض کے اس قول میں تردید اور شک کا اظہار مگر اقطاب کے لیے تجلی صفات ہے اور افراد کے لیے تجلی ذات۔	۱۰۳	باجملہ صفات فاسخ میں وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں۔ اور شیوات ذات میں مجرد کا نام ہے۔
۱۱۲	بَارَ اللہ خلق آدم علی صغریٰ رعدیہ کایان۔ اور صفات روح کایان۔ مرسش عظمت اور فراخی کے باوجود چونکہ مکانی ہے اس لامکانی یعنی روح کے سامنے ذاتی کے دانے بلکہ اس سے بھی کم تر کا حکم رکھتا ہے۔ اگر بعض مشائخ کی عبارتوں میں ایسا لفظ وقع ہو جو حق تعالیٰ کی شان کے لیے ظرفیت یا ظرفیت کا وہم ڈالے تو اسے میدان عبادت میں مثلیٰ پذیر ٹھکانا چاہیے۔	۱۰۴	اصل کے رجوع کے جواز اور عدم جواز کے اختلاف کایان۔ اور اس باب میں حق بات کایان۔ خدا کے بعد مالک کے وجود کے اثر کے زوال میں اختلاف اور اس بارے میں امر حق کایان۔
۱۱۳	عالم چاہے صغیر ہو چاہے کبیر سب اسما اور صفات الہیہ کا مظہر ہے۔	۱۰۵	عرفت۔ اگر مالک راہ سلوک غیر متعارف

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۲۰	مکتوب نمبر ۲۸۹ قضا و قدر کے اسرار کے بیان میں اور بجرو اختیار کے مسئلہ کی تحقیق۔ اور بندوں کے افعال اختیار میں اقوال مختلفہ کا بیان اور وحدتِ عبد کی تاثیر اور معتزلہ اور جبریت کے مذہب کا رد اور اس باب میں احقاقِ حقیقہ حیثیت اور تقلید کے لائق صرف علماء کے ۱۲۷ اقوال ہیں۔ باقی سب صوفیہ کے اقوال تو جو اقوال علماء کے موافق ہیں۔ مقبول ہیں۔ اور خیر موافق غیر مقبول ہیں۔ ۱۲۸ خلافت شریعت و دلیلِ زندقہ اور علامتِ لہو ہے۔ اگر بعض صوفیہ سے حالتِ سکر میں مخالفت شریعتِ کلام صادر ہو تو معذور ہیں۔ اور ان کا ایسا کشف غیر صحیح ہو گا۔	۱۱۳	عالم کے اسماء اور صفات کے لیے نظم ہونے سے مراد۔ آنحضرت علیہ السلام کے کامل تابعداروں کے لیے بواسطہ پیروی آنحضرت علیہ السلام اس تجلی ذات سے جو بالاصلاتہ حضور کا خاصہ ہے، بھی حصہ ملتا ہے۔ مکتوب نمبر ۲۸۸ ۱۱۵ نماز نوافل کو باجماعت ادا کرنے سے روکنے کے بیان میں جیسے نماز عاشورہ و شبِ اور شبِ براءہ وغیرہ۔ اس زمانے میں اکثر لوگ ادا کئے نوافل کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور فرائض کی ادائیگی میں ہستی نوافل کو عزت والا جانتے ہیں اور فرائض کو بے وقت۔ ۱۱۸ علماءِ حنفیہ اگرچہ اصول میں مطلق کو مطلق ہی رہنے دیتے ہیں۔ لیکن روایاتِ فقہیہ میں مطلق کا مقید پر عمل کرنا جائز، بلکہ ضروری جانتے ہیں حرام کو مباح جاننا کفر تک لے جاتا ہے اور کفر و کراہی چھوڑنا اس سے ایک مرتبہ کم بڑا ہے۔ ۱۱۹ لفظِ سماعی کے معنی کی تحقیق جو بعض روایات میں نوافل کی جماعت کی کراہت کی شرط قرار دیا گیا ہے۔
۱۲۹	اسے برادر اس و رویش کو جب اس راہ کی		



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	اہل سنت کا اعتقاد، سنت مصطفویہ کی پیروی اور بدعت سے اجتناب اور عزیمت پر عمل اور رخصت پر عمل کرنے سے احتراز اور اولاجت جذبہ میں فنا اور مٹھل ہونا ہے۔		ہوس پیدا ہونی تو عنایت خداوندی اس کی باوی کار بخانی اور ولایت پناہ حقیقت آگاہ کی خدمت میں پہنچا دیا۔
۱۳۳	ان حضرات کی اصطلاح میں عدم اور وجود عدم اور وجود فنا کا بیان۔	۱۳۹	اپنے پیرومرشد کی خدمت میں روکر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے اس واسطے کوٹے کرنے کی تفصیل۔ اور تفصیل سے نسبت نقش بندہ کو حاصل کرنا۔
	حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ کا قول کہ وجود عدم وجود بشریت کے ساتھ خود کر آتا ہے۔ لیکن وجود فنا وجود بشریت کے ساتھ ہرگز عدم نہیں کرتا۔	۱۴۰	اس درویش کو یہ تاویل وجود نسبت تعلیم فکر کے ابتدائی زمانہ میں دو ماہ اور چند روز کے بعد حاصل ہو گئی تھی۔
	وجود عدم والا اگرچہ راہ میں ہے۔ لیکن نہایت سے لمبی آگاہ اور واقف ہے۔		پوری تفصیل سے فنا اور بقا کے ان احوال کا ذکر جو اس نسبت کے طاری ہونے کے بعد حاصل ہوئے۔
۱۳۵	مشائخ کے نزدیک فنا، بقا، تجلی ذاتی اور شہود ذاتی کا اطلاق۔	۱۴۱	فصوص کی عبارت کہ ان شئت قلت انہ اوی العالم حق دان شئت قلت انہ علی۔
	اسی قبیلہ سے ہے فنا، بقا، تجلی ذاتی، شہود ذاتی اور وصل اور یادداشت جو کتاب فقرات حضرت خواجہ احوار میں واقع ہے۔		اپنے احوال کا بیان یعنی صحر کی طرف الٹا۔ اور حیرت کی طرف لے جانا۔
	نیز اسی قبیلہ سے ہے رسالہ سلسلہ الاولیاء جو خواجہ احوار کے کلام کے طریقہ پر ہے اور رباعیات شریح بھی جو ہمدے خواجہ محمد باقی باندہ قدس سرہ فرماتے ہیں۔		اس وقت مجھے بتایا گیا کہ یہ مشہود اس صفت اور اس تنزیہ کے ساتھ ذات حق ہے
	حضرت خواجہ احوار کے ساتھ بعض خصوصیات	۱۴۲	اس جماعت کا رہو حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کو توحید وجودی کا منکر جانتی ہے۔
۱۳۶	اصطلاحات کا بیان۔	۱۴۳	جب حضرت خواجہ قدس سرہ نے مجھے کمال مکمل بیان کر تعلیم طریقہ کی اجازت فرمائی تو جانا چاہیے کہ ان حضرات کے طریقہ کا حال
	حضرت خواجہ احوار کا قول کہ بعض اکابر کی	۱۴۴	

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۳۲	بعد ایمان حقیقی کے حصول مقام دعوت اور آنحضرت علیہ السلام کی کمال متابعت کا بیان ان بزرگوں کا جذبہ دو قسم ہے۔ قسم اول جو حضرت صدیق اکبر سے پہنچی ہے۔ اور دوسرے وہ جو جس کا جذبہ ظہور اس طریقہ میں حضرت خواجہ نقشبند ہیں۔	۱۳۲	خدمت میں رہنے کی برکت سے مجھے وہ باتیں عطا فرمائی گئیں ایک یہ کہ میں جو کچھ لکھتا ہوں وہ نیا ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ وہ مقبول ہوتا ہے بعض کو اگر خدا تعالیٰ حصول جذبہ کے بعد سلوک سے مشرف فرمائیے تو جذبہ کی مدد سے پچاس ہزار برس کی مسافت کو تھوڑی سی مدت میں طے کر سکتا ہے۔
۱۳۳	وہ سلوک جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے سلوک کے حصول کے بعد ہوتا ہے اور وہ قسم ہے بلکہ کئی قسم ہے۔	۱۳۳	میرا الی اللہ اور میری اللہ اور میری تابعدار کے معنی۔
۱۳۴	امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول اول ولد فی ابویک حدایتین	۱۳۴	دوسرے سلسلوں کے واصلوں اور اس بزرگشا زادہ کے واصلوں کے درمیان فرق اور مضمون سابق سے متعلق ایک سوال و جواب
۱۳۵	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے باب بیہوشی کی وہ اور حضرت صدیق کا غفلت کی قنایت پیدا کرنا	۱۳۵	شہود یا تو صوفیہ کے آئینہ میں جوتا ہے یا معنی کے آئینہ میں یا ان دونوں کے ماوراء اور اس سے پر وہ شہود کو برقی کہا ہے نسبت کے معنی اور اس کے نہایت مراتب کا بیان اور اس طریقہ کے نتائج کے ساتھ اس کی خصوصیت کا اعتبار۔
۱۳۶	لو کنت معتقدا علیلا لا تختلج ابابکر خلیلا حضرت امام جعفر نے اس نسبت مرکب کا اس کے اہل یعنی خواجہ عبدالخالق مجددی تک پہنچنا۔	۱۳۶	شیخ ابو سعید اپنے استاد سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا یہ حالت دائمی ہوتی ہے اسٹافی میں جواب دیتا ہے۔ شیخ کا پھر دریافت کرنا اور یہی جواب ملتا۔
۱۳۷	پھر اس نسبت کا حضرت خواجہ نقشبند کے وقت ظہور فرمانا اور ان کے خلفاء تک پہنچنا نسبت فردیت کی اقسام کی تفصیل۔ اور اس بات کا بیان کہ قطبیت کی نسبت حضرت جنید کو حضرت شیخ سری سقطی سے حاصل ہوئی اور فردیت کی نسبت شیخ محمد قصاب سے۔	۱۳۷	اس بات کا بیان کہ نہایت مطلق ولایہ الہیہ اور حیرت کبریٰ، مقام معرفت اکفر حقیقی کے



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	انکار سے پناہ پکڑتا ہے۔ لیکن جانتا ہے کہ اس معرفت سے اوپر ایک دوسری معرفت بھی ہے۔	۱۲۸	خواجہ تہش بند قدس سرہ کے خلفاء کے بعد اس خاندان کا چارٹا حضرت خواجہ احمد علی۔
۱۵۱	منشا سوم۔ اپنے مشعور میں مکمل طور پر خدا اور اخصلا کا پیداکرنا ہے۔ اس قسم کی توحید کی تفصیل اور اس توحید والوں کے احوال کا بیان۔ اور ایک مثال سے اس کی وضاحت اور اس مثال سے متعلق سوال و جواب۔	۱۲۹	حضرت خواجہ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نسبت اپنی والدہ ماجدہ کے آباء و اجداد کی طرف سے بھی حاصل کی ہے۔ اور بارہ قطبوں کے مقام سے بھی آپ کو وافر حصہ ملا ہے۔
۱۵۲	شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں جو شخص مجھے حق سبحانہ سے غافل کرے۔ اللہ اس کے گناہوں کو بخشے۔	۱۳۰	ان بزرگوں کے بعد ہندوستان میں اس طریقہ کے احیاء کا ظہور ارشاد و پناہی حضرت محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا ہے۔
۱۵۳	توحید کی یہ تیسری قسم اقسام توحید سے اعلیٰ قسم ہے۔	۱۳۱	مکتوب نمبر ۲۹۱
۱۵۴	توحید کی اس قسم اخیر کا منشا اس حقیقہ کو کشف و ذوق سے اس وقت تک معلوم نہ ہوا تا آنکہ وہی میں اپنے پیر بزرگوار کے مزار مبارک کی زیارت کی خاطر وہاں سے ٹورنے کا اتفاق ہوا توحید کے روز مزار شریف کی طرف توجہ کے دوران پیر و مرشد کی روحانیت کی طرف سے پوری توجہ ظاہر ہوئی اور اپنی خاص نسبت مرحمت فرمائی۔	۱۳۲	توحید وجودی اور شہودی کے مراتب اور ان سے متعلقہ معارف کے بیان میں۔
۱۵۵	شیخ عبدالحق نقل کرتے ہیں کہ ہمارے حضرت خواجہ نے رحلت سے صرف چند روز	۱۳۳	توحید وجودی کے منشا اول کا بیان اور یہ منشا مراتب توحید کی مہارت ہے۔ اس قسم کا ظہور حیلے اور تخیل کے بعد قلب خیال کے واسطے سے ہے۔ اس توحید والا را باب احوال میں سے نہیں ہے۔
		۱۳۴	منشا دوم کا بیان جو انجذاب اور محبت قلبی کا نام ہے۔ اس کی ابتداء اوکارا اور مقامات کے اشتغال سے کی ہے اور یہ قسم احوال میں سے ہے۔ اور رحلت تخیل سے پاک ہے۔
		۱۳۵	اس صطرر کا کاتب اس معرفت والوں کے

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۴۱	دوسرے مشائخ سے فیض پہنچ رہا ہے۔ بعض سُریدین کیلئے اس امر کی گنجائش ہے	۱۵۱	پہلے فرمایا کہ ہمیں تقویٰ سے معلوم ہوا ہے کہ۔ توحید (جو وی) تنگ کپڑے پہنا ہوا ہے اور
۱۴۲	کہ السامی احمد میں اپنے پیر کے خلاف کرے کہا گیا ہے کہ الشیخ یحییٰ دبیبت احیا	۱۵۲	بذبحہ نقشبندیہ کے مقام تک پہنچنے کے بعد خواجہ بزرگ اور خواجہ احرار کا طریقہ نام
۱۴۳	اور امانت پیری کے مقام کے لوازمات سے ہے۔ لیکن مراد احیاء و امانت درومی ہے نہ جسمی۔	۱۵۳	جو جاتا ہے۔ مکتوب نمبر ۲۹۲
۱۴۴	مکتوب نمبر ۲۹۳ حدیث شریفہ مع اللہ وقت سے متعلق سوال جواب کے بیان میں۔ نیز قول حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ قدس سرہ	۱۵۴	مریدوں کے ضروری آداب اور ان کے رفع مشبہ کے بیان میں۔
۱۴۵	علیٰ زنبقہ کل ولی اللہ کی تحقیق اور اس کے قول سے مراد۔	۱۵۵	اس راہ کے سالک یا سُرید ہوتے ہیں یا مراو۔ اگر مراد ہوتے ہیں تو انہیں آنجناب کے راستے سے کشاں کشاں لے جائیں گے۔ اور اگر سُرید ہوتے ہیں تو پیر کامل کے بغیر ان کا کام نہ دشوار ہے۔ ایسا پیر چاہیے جو دولت و جذبہ و سلوک الف۔
۱۴۶	حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کے سُریدین کی ایک جماعت شیخ کے بارے بہت غلو سے کام لیتی ہے اور انہیں تمام اہل گروہ شیعہ اور ائمہ سے افضل قرار دیتی ہے اور انبیاء کے سوا معلوم نہیں کہ کسی ولی کو شیخ سے افضل تسلیم کرتے ہیں۔ یہ ان کے محبت میں افراط کے باعث ہے۔	۱۵۶	اگر کسی طالب کو اس طرح کا پیر بتا دیا جائے تو اس کے وجود کو فہمیت جانے اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کے حوالے کر دے۔
۱۴۷	اس سے متعلق سوال و جواب اور اس امر کا بیان کہ کثرت سے ظہور کرامت افضلیت کی دلیل نہیں۔	۱۵۷	پیر کے آداب اور شرائط ضروریہ کا بیان اپنے پیر سے کرامات اور خوارق کا مطالبہ نہ کرے اگرچہ یہ مطالبہ خواہ مراد اس کی شکل میں ہو۔
۱۴۸	اسے مراد اس خوارق عادات و قہر کا ہونا	۱۵۸	مرید کو جو فیض و فتویٰ بھی پہنچے اسے اپنے پیر کے توسط سے جانے اگرچہ واقع میں دیکھے کہ



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۷۱	حضرت محمد علیہ السلام کا شہود تینیات کے پر رہنے کے بغیر ہے۔ اور دوسروں کا شہود تینیات کے پر وہ ہیں ہے۔	۱۷۷	فروع اول علوم صرافت الہی میں اور فروع ثانی مخلوقات کی صورتوں کا کشف اور کیفیات متعلق خبریں ہیں۔
۱۷۲	ذات کی تجلی حضرت محمد علیہ السلام کا خاصہ ہے۔ دوسروں کی تجلی پر وہ صفات میں ہے حضور کے سوا دوسرے انبیاء اور اولیاء امت کے شہود سے متعلق سوال و جواب۔	۱۷۸	اہل معرفت کی فراست اور اہل بیاضت کی فراست کے متعلق شیخ الاسلام ہروی کے قول کا بیان۔
۱۷۳	دوسرے انبیاء کا شہود کا بیان۔ اور ان دو شہود کا علی سبیل التزکی حصول۔ اور ان کا ایک ساتھ حاصل نہ ہونا۔	۱۷۹	مکتوب نمبر ۲۹۴
۱۷۴	جان اور آگاہ ہو کر ذات حق تعالیٰ کی طرف ایک راستہ حقیقت الحقائق سے ہے۔ اور دوسرا راستہ باقی حقائق کلیات سے۔		ان صرافت کے بیان میں جو صفات ثنائیہ واجب تعالیٰ سے متعلق رکھتے ہیں۔ اور انبیاء اور تمام مخلوق کے مبادی تینیات کی تحقیق اور جزئی کا کل سے لاحق ہونا۔ اور ایک کی کی جزئی کا دوسری کی کی طرف منتقل ہونے کا عدم عجز اور شہود و تجلی انبیاء و اولیاء کے درمیان فرق۔ اور انبیاء کے واسطے سے کل شہیدین کے لیے رسول علیان کے حصول کے بیان میں نیز لفظ عمود اضلال کی تحقیق کے بیان میں۔
۱۷۵	سوال۔ صفت الحیۃ کے تعین کے راہ میں حاصل ہونے کے باوجود حقیقت الحقائق کا وصل علیان کیسے ہو سکتا ہے۔ اور اس کا تجلیات کیوں نام رکھتے ہیں۔ اور اس کا جواب۔	۱۸۰	صفات ثنائیہ حقیقہ واجب الوجود میں قسم ہیں۔
۱۷۶	عمود اضلال کی تحقیق کہ آیا ظہری ہے یا بینی۔ اور اس جماعت کا رد جو اسے قیامت کبریٰ خیال کرتی ہے۔		ایک قسم وہ ہے جس کا زیادہ تعلق عالم سے ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق عالم سے ہے۔ مگر پہلی قسم سے کمتر۔ تیسری قسم سب سے اعلیٰ قسم ہے۔ جس کا عالم سے کچھ تعلق نہیں۔
۱۷۷	سوال۔ تو نے بعض رسالوں میں کہا ہے فنا اخفی ولایت محمدی سے مخصوص ہے اس کا کیا مطلب ہے۔ اور تحقیق با تقدم سے اس کا		کسی کے زیر قدم ہونے سے مراد جس طرح کھتے ہیں، انھوں نے کہ زیر قدم ہے۔

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	جوابیہ -		سوال - تیرا اعتقاد تو یہ ہے کہ کمالات
۱۷۹	بدلتی نظر پر قدم، ہوش دوم، سفر دوم، وطن اور غلویت دراجنہ -	۱۷۴	سے جو کچھ نبی کو حاصل ہوتا ہے، اس کے کمال
۱۷۸	نظر بر قدم کے چار معانی کا بیان - اور ہوش دوم اور سفر دوم وطن کے معنی کا بیان - غلویت دراجنہ کے معنی کا بیان - اولی اس امر کا بیان کہ بعض اوقات تفرقہ ظاہر سے چارہ نہیں -	۱۷۵	پیر و کاروں کو بھی اس سے حصہ ملتا ہے تو پھر وصل عریان سے بھی اس کو حصہ حاصل ہوگا - حالانکہ وہ نبی در بیان میں حامل ہے - نبی کے وصل عریان کے در بیان حامل ہونے کا جواب -
۱۷۹	مکتوب نمبر ۲۹۴		جاننا چاہیے کہ اصالت اور تعینت انبیاء
	حق بل و علاقہ کی صفات کی بساطت کے بیان میں - اور ان کے اشیاء کے ساتھ تعلق کے تعدد کی نفی کے بیان میں - اور اس بیان میں کہ یہ معرفت عقل کی رسائی سے برتر ہے - ارباب عقول اس مسئلے کو جان نہیں رکھتے - اور غلویتات میں اس کی مثال کا بیان - اور اس سے متعلق سوال و جواب -		ما تقدم اور اس امت کے کمال پر وہ کاروں کے درمیان انبیاء کی انصافیت کا موجب ہے اگر یہ متبعین پر وصل عریان کا اطلاق درست ہے اور عقولوں پر درست نہیں -
۱۸۱	مکتوب نمبر ۲۹۶		سوال - یہ بات طے شدہ ہے کہ نبی کی پیدائش سے مقصود حضرت خاتم الرسل کی ہے - اور تو نے کہا ہے کہ وصول کی دولت تمام باقی انبیاء علیہم السلام کو بھی بطریق اصالت حاصل ہے نہ کہ بطریق تبعیت - اس کی کیا وجہ ہے - اس کا جواب -
۱۸۲	حق تعالیٰ کے احکام اور بیان کی تحقیق کے بیان میں اور مثالوں سے اس کی توضیح اور مراتب و جہوں و امکانات کے ..... حفظ رعایت کے بیان میں -	۱۷۹	سوال - کیا مراتب عروج میں مرتبہ صفت الحیوۃ سے بھی کا ملین کو حصہ ملتا ہے یا نہیں؟ اس کا اثبات میں جواب - اور اس سے متعلق ایک دوسرا سوال و جواب -
	مکتوب نمبر ۲۹۸		مکتوب نمبر ۲۹۵
	بطریق اشارہ و عبارت لطیفہ نہایت کار تکم و وصول کے بیان میں - اور اس حکم کے لازم پر محمد دم زادہ کلاں و خواجہ محمد اویس کے سوا		طریقہ نقشبندیہ کے اصول مقررہ کے بیان



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۸۳	کوفی مطلع نہیں ہوا۔ مکتوب نمبر ۲۹۹	۱۸۳	حیثیت پر اہتمام مجددی العبر کی تلقین معاذ بقضا اور مرگ طاعون کی فضیلت کے بیان میں اور اس بیان میں کہ طاعون سے بھاگنا نہ مکیرہ ہے جس طرح کفار سے جنگ کے دن صفت مثال سے بھاگنا
۱۸۴	حاصل نہیں ہوتے۔ البتہ ولایت کا زبدۂ اور خلاصہ بطریق احسن میرا آجاتا ہے۔	۱۸۵	مکتوب نمبر ۳۰۰ دوسرا اشارہ کی صورت میں اسرار غامضہ اور صراف غریبہ کے بیان میں اور مقام قلب توسیع کی طرف اشارہ۔
۱۸۹	کمالات نبوت کا حصول اللہ تعالیٰ کی بخشش عطا اور اس کی کرم فوازی سے البتہ ہے۔ بخلاف ولایت کے کمالات کے کہ ان کے مبادی کسب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگرچہ نفس ولایت وہی شے ہے۔	۱۸۶	مکتوب نمبر ۳۰۱ قرب نبوت اور قرب ولایت کے بیان میں میزان راستوں کے بیان میں جو شرط قرب تک ہے جاتے ہیں۔
۱۹۰	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نبوت سے قبل اور نبوت کے بعد ریاضات و مجاہدات کے اغراض کا بیان۔	۱۸۷	پس حضور علیہ السلام کے سرور کا دل کو نبوت خاتم الرسل کے بعد حیثیت اور ولایت کے طور پر کمالات نبوت کا حصول آپ کی خاصیت کے متافی نہیں۔
۱۹۱	جاننا چاہیے کہ انبیاء کرام کے حتیٰ میں مطلق جادو اسطہ ہے اور صاحب کو بواسطہ انبیاء کرام حاصل ہوتی ہے۔	۱۸۸	کمالات نبوت تک پہنچانے والے راستے دو ہیں۔ ایک راہ دور دراز ہے۔ البتہ دوسرا شاہراہ اور وصول کے زیادہ قریب ہے۔
۱۹۲	میرا گمان ہے کہ یہ دولت کیا رہا لیکن اور تین تابعین پر کڑوا ڈالنے کے بعد روپوش ہو گئی۔ تاکہ نوبت الفتنہ ثانی کی گند پختی۔	۱۸۹	جاننا چاہیے کہ دوسرے راستہ سے وصول کے بعد اگرچہ مقامات ولایت کے کمالات مطلق
۱۹۳	مکتوب نمبر ۳۰۲ ولایت سرگندہ یعنی ولایت اولیاء و انبیاء اور ملکہ اعلیٰ کے درمیان وجہ فرق کے بیان میں۔ اور اس بیان میں کہ نبوت ولایت سے افضل ہے اور بعض ان خاص معارف کے بیان میں جو نبوت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ولایت قرب الہی سے عبارت ہے۔		
۱۹۴	وصول اور حصول کے درمیان فرق۔ اور		

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۹۸	مکتوب نمبر ۳۰۴ ان اعمال صالحہ کے بیان میں جن کے ساتھ اکثر آیات قرآن میں دخول بہشت کا وعدہ وابستہ کیا گیا ہے۔ اور اولیٰ شکر اور نماز کے بعض معانی اور اسرار کے بیان میں اعمال صالحہ سے مراد اسلام کے پانچ ارکان ہیں جن پر اسلام کی بنیاد ہے۔	۱۹۸	اس امر کا بیان کہ دوئی کا رفع ہونا مقام ولایت کے ضابطہ ہے۔ اور دوئی کا باقی رہنا مرتبہ نبوت سے مناسبت رکھتا ہے۔
۱۹۹	مکتوب نمبر ۳۰۵ اسرار نماز کے بیان میں اور بہت ہی منتہی کی نماز کے درمیان فرق	۱۹۹	نبوت میں بھی اصل ولایت سے پانچ نہیں۔
۲۰۰	عارف کاریابی عمل شریک کے اخلاص والے عمل سے بہتر ہے۔ حضرت صدیق مکی اللہ عنہ پیغمبر علیہ السلام کے سمو کو اپنے علم سے بہتر جانتے ہوئے حضور علیہ السلام کے سمو کی آرزو کرتے ہیں۔	۲۰۰	مقام ولایت میں ہاتھ دنیا اور آخرت سے دھونے پڑتے ہیں۔ اس امر کا بیان کہ کمال نبوت کے مرتبہ میں گرفتاری آخرت اور اس کا درد اور آخرت کے حالات یاد کر کے گریہ اور نالہ اچھی چیز ہے۔ لیکن توسط احوال میں مقام فنا کے اندر دنیا اور آخرت سے نسیان میرا رہتا ہے۔
۲۰۱	کبھی ایسا ہوتا ہے کہ منتہی نماز کی وقت قراءت قرآن مجید کے دوران اپنے آپ کو شجر موسوی کی طرح پاتا ہے۔ اور کبھی یوں پاتا ہے کہ اس کا باطن اس کے ظاہر سے	۲۰۱	بہشت کی نعمتوں کو دنیا کی نعمتوں سے کچھ مناسبت نہیں۔ اور بہشت کے درخت تسبیح کا تشبیہ ہیں۔
۲۰۲	مکتوب نمبر ۳۰۶ کلمات اذان کے معانی کے بیان میں۔	۲۰۲	اس امر کا بیان کہ جس طرح تنزیہی کلمات کو کلمہ بحوالہ اللہ میں حروف المصوات کے لباس میں روپوش کیا گیا ہے۔ بہشت میں ان کلمات کو درخت کی صورت میں ظاہر فرمائیں گے۔



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۰۷	حدیث بیضاں اللہ رحمہ اللہ عنہ دخلتم ورضا نفسہ و زینۃ عن شہداء و حدیث اہل بیت سے متعلق سوال و جواب -	۲۰۷	آگے جو کہ عالم غیب سے لائق ہو چکا ہے - مکتوب نمبر ۳۰۶
۲۰۸	حدیث کلمتان خلیفان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان جہنمیان ال الرحمن سبحان اللہ و محمد و سبحان اللہ العظیم کے معنی کا بیان مکتوب نمبر ۳۰۹	۲۰۸	تقدم زادہ کمال اور مقدم زادگان محمد قرن اور محمد عیسیٰ کے بعض مناقب کے بیان کیا اور باب ولایت کی فنا کا بیان - اور اس امر کا بیان کہ قرب نبوت میں اس فنا کی کچھ حاجت نہیں -
۲۰۹	رات اور دن کے محاسبہ کے بیان میں - جیسا کہ وارد ہوا ہے حاسبوا قبل ان تحاسبوا -	۲۰۹	فنا یعنی ماسوا سے بیان کے مقصود کا بیان - اور ماسوا سے حق تعالیٰ سے نسیان کی نسبت سے طریق ولایت و نبوت کا فرق -
۲۱۰	اس طریق محاسبہ کا بیان جسے مشائخ کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے اور اس طریق محاسبہ کے بیان میں جسے حضرت محمد رضی اللہ عنہ نے اختیار فرمایا ہے اور حضرت کے طریقہ کی دوسروں پر فضیلت کا بیان -	۲۱۰	ایک وقت میں ماسوا سے حق کے علم کے حق جل و علا کے علم کے ساتھ جمع ہونے سے متعلق سوال و جواب اور اول کے علم حصولی اللہ دوسرے کے علم حضوری کے مشابہ ہونے کا بیان -
۲۱۱	مکتوب نمبر ۳۱۰ انسان کی جامعیت اور بعض ان اسرار خامضہ کے بیان میں جو اس مقام سے متعلق رکھتے ہیں - اور انسان کے خلیقہ بننے کا لازم اور زنا و قرا اور محمد فرقوں کا رد -	۲۱۱	مکتوب نمبر ۳۰۷ کلمہ طیبہ سبحان اللہ و محمد کے معنی کا بیان -
۲۱۲	مشابہات قرآنی کا تاویل پر محمول ہونا اور علماء و اسخنین کو اس علم سے حصہ عطا ہونا	۲۱۲	عبادت بلکہ تمام عالم میں حسن و کمال کی جنس سے جو کچھ پایا جاتا ہے وہ جناب تقدس خداوندی کی طرف اشارہ ہے اور عبادت میں کوتاہی بلکہ سارے عالم میں شر و نقص کی جنس سے جو کچھ پایا جاتا ہے وہ نفس اور ذرہ کلمات کی لوٹتا ہے -

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۱۸	امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے سراو کہ اگر کوئی حدیث میرے قول کے خلاف پاؤ تو میرے قول کو ترک کر دو۔	۲۱۳	اور رسول کو اس علم غیب پر مطلع کرنا جو ذات سبحانہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور صفات کے حق جل و علا کے عین ہونے کا وہ جیسا کہ شیخ اور دیگر کلاموں نے کیا ہے۔ مکتوب نمبر ۳۱۱
۲۲۰	اگر یہ کہیں کہ علمائے خفیہ نے جواز شہادہ کا فتویٰ بھی دیا ہے۔ تو میں اس کا جواب دینا نہا کہ جب جواز اور عدم جواز میں تضاد ہی ہو تو امام ابن حبان کے قول کا بیان کر مطلق یہ ہیں میں احادیث دفع اور عدم دفع مفاد میں میں ہم قیاس سے عدم دفع کی احادیث کو ترجیح دیں گے۔ کیونکہ نماز کی بنا سکون پر ہے۔ مکتوب نمبر ۳۱۲	۲۱۵	بعض اشارہ کے طور پر اسرار فاضل اور حقائق نامہ کے بیان میں۔ یہ اسرار و حقائق مقطعات قرآنی سے تعلق رکھتے ہیں اور علمائے راغبین کو یہی ان کی تاویل سے مطلع کیا گیا ہے مکتوب نمبر ۳۱۴
۲۲۱	خواجہ محمد ہاشم کے سات سوالات کا حل اور پیر کے جواب کی رعایت کا بیان۔ اور حضرت محمد و قدس سرہ کا امر فرمانا کہ اس دہرِ اول اسی مکتوب پر ختم کریں کہ یہ رسولوں کے عدو اور اہل بد مذہب کی قعداؤ کے موافق ہے۔ اصحاب کلام کی فتاویٰ کے متعلق سوال اقول اور اس کا جواب۔	۲۱۶	ان سوالات کے جواب میں جو میرے علمان نے اٹھائے تھے۔ اور اشارہ سپاہ کی تحقیق اور اس مسئلہ کا بیان جو اس باب میں خفیہ کا مختار ہے۔ مدیر پاک میں دوسرے مکتوب کی زیریں افضل ہے یا کہ مسئلہ اس کے متعلق سوال و جواب۔ تشہیدیں اشارہ سپاہ کے جواز کے متعلق سوال و جواب۔
۲۲۲	دوسرے سوال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ریاضات و مجاہدات سے متعلق اور اس طریقہ نقشبندیہ میں التزام سنت کے باوجود ان ریاضات و مجاہدات سے منع کرنا اور اس کا جواب۔	۲۱۸	صل و حرمت کے اثبات میں نقل کا علم معتبر نہیں۔ بلکہ اس باب میں علم مجتہد معتبر ہے۔ کیفیت اشارہ میں اختلاف معایات کا بیان اور نفس اشارہ میں اضطراب کا اثبات۔ تألیفیں اور جمع بین الروایات سے متعلق سوال و جواب۔
۲۲۳	اصحاب کرام علیہم السلام کی محبت کی برکت		



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۲۰	اس کا جواب - ساتواں سوال - اور اس کا جواب - اور یہ نفی و اثبات کے ذکر سے متعلق ہے -		سے لہجہ کی خفیفہ معنوں سے محفوظ تھے - دوسرے دل کو یہ حفاظت میسر نہیں - اور اس بات کی مزید وضاحت -
۲۲۱	یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اس گروہ اولیاء اللہ کا انکار زیرِ تامل ہے - الیہ زوجوں کے افعال واقوال پر اعتراض نہ کرنا چاہیے تو یہ سانپ کے زہر کی طرح ہے - جو موت ابدی تک پہنچا دیتا ہے -	۲۲۶	تیسرا سوال - اس طریقے کی نسبت کی حضرت صدیق سے تحقیق بخلاف دوسرے طریقوں کے اور اس کا جواب -
۲۲۰	پیر کے آداب اور اس پر اعتراض کے نقصان کا بیان -	۲۲۷	چوتھا سوال - حضرت امام ربانی قدس سرہ کے عقوال میں تعارض و تناقض سے متعلق اور اس کا جواب -
۲۲۱	مقدم زادہ گلشن جناب خواجہ محمد صادق قدس سرہ کی پہلی اور دوسری اور تیسری عرض و داشت -	۲۲۸	پانچواں سوال - پیر ابن کی شکل سے متعلق یعنی حلقے کی شکل میں چاک کا آگے کی طرف ہونا اور اس کا جواب اور اس باب میں قول فیصل -
	اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حصہ پنجم دفتر اول کی اردو فہرست مکمل ہوئی - وصال اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نورہ رحمہ علیہ والہ و اہلہ وسلم -	۲۲۹	چھٹا سوال - اس طریقہ کے طالبوں کی توجہ ابتداء میں ہی احدیت صرف کی طرف ہوتی ہے - چاہے کہ یہ نسبت نفی و اثبات کے جمع نہ ہو کیونکہ نفی میں توجہ غیر کی طرف ہوتی ہے
	مسترح محمد سید احمد نقشبندی مجددی غفرلہ		





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَعْدَاہٖ وَصَلَّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اردو ترجمہ مکتوبات و فتراول حصہ پنجم

## مکتوب نمبر ۲۶۹

مرتب علی علی خاں کی طرف سے اور فرمایا :-

دینی و دنیوی کی امانت کرنے اور ان جو قوتوں اور بد بختوں کے مجھ سے خداؤں کی  
قوتیں و تحریک پر ترغیب دیئے اور اس عظیم مرتبہ کام کے لیے اپنی تمنا ظاہر کرنے  
اور اس کے مناسب بیان میں ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ  
الَّذِیْنَ اصْطَفٰہِ ۔  
ان کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ  
بندوں پر سلام ۔

میر شخص کے دل میں کسی نہ کسی امر کی تمنا ضرور ہوا کرتی ہے ۔ لیکن اس فقیر کی تمنا یہی ہے کہ  
خدا نے تعالیٰ اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ سختی کی جائے ۔ اور ان  
بد بختوں کی امانت کی جائے ۔ اور ان کے مجھ سے خداؤں کو قلیل و غنا کر دیا جائے ۔ یہ فقیر یقیناً جانتا  
ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس عمل سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب اور کوئی عمل نہیں ہے ۔ یہی وجہ  
ہے کہ بار بار آپ کو اس عمل پسندیدہ کے لیے ترغیب دیتا ہے ۔ اور اس کام کا بجا لانا نہایت ضروری  
سمجھتا ہے ۔ چونکہ آپ بذات خود وہاں تشریف لائے گئے ہیں ۔ اور اس گنہگار کے مقام اور وہاں کے  
رہنے والوں کی تحقیر و امانت کے لیے مقرر ہوئے ہیں ۔ اس لیے پہلے اس نعمت کا شکر ادا کرنا  
چاہیے ۔ کیونکہ بہت لوگ اس مقام اور وہاں کے رہنے والوں کی تعظیم و توقیر کے لیے وہاں جاتے  
ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اُس نے ہم کو اس بلا میں مبتلا نہ کیا ۔ اس نعمت عظمیٰ

مے شکر ادا کرنے کے بعد ان بد بختوں اور ان کے جھوٹے خداؤں کی تحقیر اور توہین میں بہت کوشش کرنی چاہیے۔ اور ظاہر و باطن میں جس قدر ہو سکے ان لوگوں کی بربادی میں کوشش کرنی چاہیے اور اس تراشیدہ و ناتراشیدہ بت کی ہر طرح امانت کرنی چاہیے۔ امید ہے کہ بعض مستیوں جو آپ سے وقوع میں آتی ہیں۔ اس عمل سے ان کی تلانی اور کفارہ ہو جائے گا۔ بدن کی کمزوری اور سردی کی شدت مانع ہیں۔ حد نہ فقیر خود حاضر خدمت ہو کر اس امر کی ترغیب دیتا۔ اور اس تقریب سے اس پتھر پتلف ڈالتا۔ اور اس کو اپنی سعادت کا سرمایہ بناتا۔ اس سے زیادہ کیا مبالغہ کیا جاسکتا ہے۔ والسلام

## مکتوب نمبر ۲۷

شیخ نور محمد کی طرف سے موصول فرمایا :-

اس بیان میں کہ بعض صحبتیں گوشہ نشینی سے افضل ہیں۔

الحمد لله وسلاماً علی عباده

الذین اصطفیٰ

پس سلام۔

شیخ نور محمد آپ نے (ہم) دور افتادوں کو اس طرح فراموش کیا ہے کہ سلام و پیام بھی یاد نہیں کرتے۔ آپ کی دلی خط، بحث گوشہ نشینی کی تخصیص، سو آپ کو تفسیر ہو گئی۔ لیکن بعض اہل صحبتیں ہیں جو گوشہ نشینی اور تنہائی پر فضیلت رکھتی ہیں۔ حضرت اویسی قرنی رحمۃ اللہ علیہ کے حال پر قیاس کرنا چاہیے کہ چونکہ گوشہ نشینی اور تنہائی اختیار کر کے حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں حاضر نہ ہو سکے۔ اس لیے صحبت کے کمالات ان کے نصیب نہ ہوئے۔ اور تابعین میں سے ہو گئے۔ اور پہلے درجہ کی فضیلت اور خیریت سے رکھ کر دوسرے درجہ میں جا بیٹھے۔

اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ہر روزہ صحبت نئی طرز پر ہے :

ہَیْذَا اسْتَوٰی یَوْمَئِذَا قَامُوْا

میں ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی کُلِّ سَابِقِ

اَتَمَّ الْهُدٰی وَالْغَزَمُ مُتَابِعَةُ الْمُصْطَفٰی

اور سلام ہو آپ پر اور ان سب لوگوں پر

جو ہدایت کے راست پر چلے اور حضرت محمد



عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ الصَّلَاةُ  
وَالسَّلَامُ  
محطیٰ علی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت  
کو لازم پکڑا۔

## مکتوب نمبر ۲۷۱

ایک واقعہ کے استفسار کے حل میں شیخ حسن برکی کی طرف اشارہ فرمایا ہے :-  
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی حَبَاہِہِ  
اللّٰہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے بزرگوار  
بندوں پر سلام۔

میرے معزز بھائی شیخ حسن (خدائے تعالیٰ اُس کے حال کو اچھا کرے اور اُس کو کمال تک  
پہنچائے) کا مکتوب مرقوب پہنچا۔ وہ واقعہ جو آپ پر ظاہر ہوا تھا۔ اور آپ نے لکھا تھا اس کا  
حال واضح ہوا۔ آپ امید وارد ہیں۔ اور جو کچھ آپ کو امر کیا گیا ہے اس کے بجالانے میں جان  
کے ساتھ کوشش کریں اور احکام شرعیہ کے بجالانے سے سیرت و تہذیب و آداب کی سنت  
و جماعت کے عقائد و حقہ کے ساتھ اپنے ظاہر و باطن کو راستہ و پیراستہ رکھیں

کار اہل استغیر این ہمہ بیتک

اصل کام یہاں ہے باقی سب بے بیجا ہے۔

اگر آپ کے والدین پسند کریں اور ان خود و استاد بھی راضی ہوں۔ تو ہندوستان کے سیر کو  
غیبت جائیں۔ والسلام

## مکتوب نمبر ۲۷۲

میرے پیارے محبوب اللہ مانجوری کی طرف اشارہ فرمایا :-

ایمان بالغیب اور ایمان شہودی۔ اور توحید شہودی اور توحید وجودی کے بیان میں  
اور اس بیان میں کوفہ کے حامل ہونے میں جو دو کار ہے وہ توحید شہودی ہے۔ توحید  
وجودی کچھ دیکھ کر نہیں۔ اعدان میں سے ہر ایک کے اقسام کے بیان میں اور اسماء بیان میں  
کو ایمان غیب کو ایمان شہادت بر فضیلت ہے۔ اور اس بیان میں کہ اول اول جس شخص نے

توحید وجودی کو ظاہر کیا ہے۔ فتوحات کبیرہ والا ہے۔ اور گزشتہ شانچ کی حالت میں اگرچہ

توحید و اتحاد کی خبر دیتی ہیں۔ لیکن توحید شہودی پر محمول ہیں۔ اور اس کے مناسبت اللہ میں

حمد و صلوة کے بعد سیادت پناہ برادر معزز میر حبیب اللہ کو واضح ہو کر اس واجب الوجود کی ذات

پاک اور اس کی تمام صفات کے ساتھ غیب سے ایمان لانا نبیائے عظیم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے

اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ان اولیاء کا جو کلی طور پر مخلوق کی طرف رخ کیے ہوئے ہیں

اور ان کی نسبت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سی نسبت ہے۔ اگرچہ قلیل بلکہ اقل ہے

اور علماء اور عام مومنین کا حصہ ہے۔ اور ایمان شہودی عامہ صوفیہ کا حصہ ہے۔ خواہ وہ ارباب

عزالت یعنی گوشہ نشین ہوں۔ خواہ ارباب عشرت یعنی لوگوں میں رہنے والے ہوں۔ کیونکہ ارباب

عشرت اگرچہ مرجوح ہیں۔ لیکن انہوں نے پورے طور پر رجوع نہیں کیا ہے۔ ان کا باطن اسی فوق

کی طرف تگمراں ہے۔ یعنی ظاہر میں خلق کے ساتھ ہیں اور باطن میں حق جل شانہ کے ساتھ۔ اسی

لیجے ایمان شہودی ہر وقت ان کے نصیب ہے۔ اور نبیائے عظیم الصلوٰۃ والسلام جو مکمل طور پر

مرجوح ہیں اور ظاہر و باطن میں خلق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے میں متوجہ ہیں۔ اس لیے ایمانی نصیب

ان کا حصہ ہے۔ اور اس فقیر نے اپنے بعض رسالوں میں اس امر کی تحقیق کی ہے کہ باوجود رجوع کے

فوق کا تگمراں رہنا نقصان اور انجام تک نہ پہنچنے کی علامت ہے۔ اور کلی طور پر رجوع کرنا نہایت

النہایت تک پہنچنے کی علامت ہے۔ صوفیہ نے کمال کو جمع بین التوجہین یعنی دونوں توجہوں کے جمع

ہونے میں جانا ہے۔ اور تشبیہ اور تنزیہ کے جامع کو کاملین میں سے سمجھا ہے۔ وغ

آل ایشانہ دین چینیہ یارب

انبیائے عظیم الصلوٰۃ والسلام جب مقام و موت سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ اور عالم بقا کی

طرف متوجہ ہوتے ہیں اور رجوع کی مصلحت مکمل ہو جاتی ہے۔ تو بڑے شوق کے ساتھ اَللّٰہُ فِیْ سُبْحٰنِکَ

اَوْحٰی کی ندا لگا کر کلی طور پر حق جل شانہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اور مراتب قرب میں نانواد کی حالت میں

آ جاتے ہیں۔

ہَیْثُمَا لَآ رَیَابَ التَّعَبِیْرُ لَیْسَ مِمَّا

وَالْعَیْشِیْنَ الْمَسْکُوْنِ مَا یَنْجُوْنَ

سُطْحُ اللّٰہِ وہ تو اس طرح ہیں۔ اور میں اس طرح ہوں۔

سُطْحُ ارباب موت کو نہیں گوارا ہوں اور بے پناہ سے عاشق سکون کے لیے وہی وجود مدد و غم کے غمزدگی رہا



فقر کے نزدیک کمال یہ ہے کہ عروج کے وقت کثرت بالکل نظر سے دور ہو جائے۔ حتیٰ کہ اسما و صفات بھی ملحوظ نہ ہوں اور احدیت مجروحہ کے سوا اور کچھ مشہور نہ ہو۔  
 ثُمَّ حُوتٌ مَعَهُ مَاعُوذٌ مَعَهُ پھر اس کے ساتھ مائوڈی گئی ہو گی گی۔

اور رجوع کے وقت نظر سب کی سب کثرت پر پڑے۔ اور عامہ یونین کی طرح غلطی کے سوا اور کوئی امر مشہور نہ ہو۔ اور طاعت کے ادا کرنے اور خالق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے کے سوا اُس کا کوئی کام نہ ہو۔ اور جب دعوت کے کام کو پورا کرے اور عالم غائی کو دارج کرے تو پورے طور پر جناب قدس کی طرف متوجہ ہو کر اپنا سامان غیب سے شہادت کی طرف لے جائے اور معاملہ گوشش سے آغوش تک پہنچ جائے۔

فَإِنَّكَ تَصِلُ إِلَى اللَّهِ وَتُشِيرُ إِلَيْهِ بِإِشَاءِ رَبِّكَ  
 وَأَلَهُ دُونَ الْقَسْرِ الْعَظِيمِ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

کوئی ناقص پورے طور پر رجوع کرنے کو نقص خیال نہ کرے۔ اور توجہ باطن کو جو حق سبحانہ کی طرف ہوتی ہے۔ بہتر نہ جانے۔ کیونکہ صاحب رجوع اپنے اختیار کے ساتھ مقام رجوع میں نہیں آیا۔ بلکہ اُس نے حق تعالیٰ کی مراد کے موافق اعلیٰ سے اسفل کی طرف نزول کیا ہے۔ اور وصل سے ہجر کے ساتھ قرار پڑا ہے پس صاحب رجوع حق تعالیٰ کی مراد پر قائم اور اپنی مراد سے ناکام ہے۔ اور صاحب توجہ وصل و مشہور کے ساتھ مخلوط اور قرب حقیقت کے ساتھ خوش ہے۔

ہجر سے کہ برو مرو محبوب  
 وَفِي الْهَجَرَانِ هَوَانٌ لِلْمَوَالِ  
 وَشُعْبَانٌ بِالْحَبِيبِ رَحْلٌ حَالِ  
 اَز وصل ہزار بار خوش تر

رجوع کے فضائل و کمالات بے شمار ہیں۔ صاحب توجہ کو صاحب رجوع کے ساتھ وہ نسبت ہے جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہے۔ یہ رجوع نبوت کے فضائل میں سے ہے اور وہ توجہ اولائے کبار سے۔ شَمَّانٌ مَا يَسْتَهْمِدَانِ دونوں میں بڑا فرق ہے۔ لیکن ہر شخص کا نعم اس کمال ہے۔ وہ ہجر جسے محبوب چاہے وصل سے ہزار بار بہتر ہے۔

سے میں حالت وصال میں اپنے نفس کا غلام ہوتا ہوں اور ہجر میں اپنے مولیٰ کا۔ اور ہرجل میں میرا اپنے حبیب کے ساتھ مشغول رہنا اپنے حال میں مشغول رہنے سے کچھ زیادہ پسند ہے۔

نہیں پہنچتا۔

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذَا الْفَضْلَ الْعَظِيمَ  
یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے  
ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

تشبیہ اور تنزیہ کے جمع کرنے والوں میں سے بعض کہتے ہیں کہ تنزیہ کے ساتھ ایمان سب  
مومنوں کو حاصل ہے۔ غرض وہ ہے جو ایمان پر تشبیہ کو بھی اس کے ساتھ جمع کرے۔ اور خلق کو  
خالق کا ظہور دیکھے۔ اور کثرت کو وحدت کا لباس جانے۔ اور صالح کا شمع میں مطالعہ کرے۔  
غرض صرف تنزیہ کی طرف توجہ کارہنہ ان کے نزدیک نقص ہے۔ اور کثرت کے ملاحظہ کے  
بغیر وحدت کا شاہدہ کرنا ان کے نزدیک سراسر عجیب ہے۔ یہ لوگ اعدیت صرف کی طرف متوجہ  
ہونے والوں کو ناقص خیال کہتے ہیں اور کثرت کے ملاحظہ کے بغیر وحدت کے ملاحظہ کرنے کو محدود  
و مقید خیال کرتے ہیں۔

يُحْيِي اللَّهُ مَوْتًا ۖ وَ يَمُوتُ ۖ  
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت تنزیہ صرف کی طرف ہے۔ اور  
تمام آسمانی کتابیں ایمان تنزیہی کو بیان کرتی ہیں۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آفاقی و انفسی خداؤں کی نفی کرتے ہیں۔ اور ان کے باطل ہونے  
کی دعوت فرماتے ہیں۔ اور اس واجب الوجود کی وحدت کی طرف جو بچوں و بچکون ہے رہنمائی  
کرتے ہیں۔ کبھی کسی نے نہیں سنا کہ کسی پیغمبر نے ایمان تشبیہی کی طرف دعوت کی ہو اور خلق کو  
خالق کا ظہور کہا ہو۔ تمام پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام واجب الوجود کی توحید کے کلمہ میں متفق ہیں۔  
اور حق تعالیٰ کے سوا تمام خداؤں کی نفی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَعٰذُوا لِيْ  
كَلِمَةً سَوَآءٍ مِّمَّا بَيْنَكُمْ  
اَلَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَ كَلِمَةً  
نَّشِرَ لَكَ بِهَا نَسِيْمًا وَّ لَا يَنْتَهِدُ  
بَعْضُنَا بَعْضًا اَزْكَىٰ جَاوِدٍ وَّ دُوْنِ  
اللّٰهِ اِنَّ تَوَكُّلًا فَتَوَلَّوْا اِلٰهًا وَّ اِلٰهًا  
اے اللہ کے رسول اہل کتاب سے کہو  
کہ اؤ ایک کلمہ کی طرف جو ہمارے اور  
تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے  
سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ ہی کسی کو  
اس کے ساتھ شریک بنائیں۔ اور اللہ تعالیٰ  
کے سوا ہم میں سے کوئی کسی کو اپنا رب نہ

لے۔ سورہ آل عمران، پارہ ملک الرسل۔



يَا أَيُّهَا صَوْلِيُّنَا - بنائے ہیں اگر وہ مانیں تو نہ دو کہ تم گمراہ ہو

(پت - ۱۷) کہ ہم مسلمان ہیں۔

یہ لوگ بے شمار اسباب ثابت کرتے ہیں اور سب کو رب الارباب کا ظہور خیال کرتے ہیں اور

کتاب و سنت کو جو اپنے مطالب کے لیے بطریق شہادت پیش کرتے ہیں۔ (کتاب)

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ - یعنی اول و آخر و ظاہر و باطن وہی ہے۔

الْبَاطِنُ -

وَمَا دَرَيْتُمْ أَذْرَعِيَّتَ وَيَكُنَّ - نہیں مارا تو نے جب کہ مارا۔ مگر اللہ تعالیٰ

اللَّهُ دَرَى -

إِنَّ الَّذِينَ يَبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ - جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی

اللَّهُ يَبْدُوهُمُ أَنْ يُبَايِعُوا - سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ

کے ہاتھوں پر ہے۔ (پت - ۱۸)

(مکتبہ)

اللَّهُمَّ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ - یا اللہ تو ہی اول ہے اور تیرے اول کوئی

شے نہیں ہے۔ اور تو ہی آخر ہے تیرے

بعد کوئی شے نہیں ہے۔ اور تو ہی ظاہر ہے،

تیرے اوپر کوئی شے نہیں ہے۔ اور تو ہی

باطن ہے اور تیرے سوا کوئی شے نہیں ہے۔

اس میں کچھ شہادت نہیں ہے کیونکہ ان عبارتوں میں کامل طور پر وجود ماسوا کے کمال کی نفی کا حکم ہے

ذکر اسل وجود کی نفی، جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے :

لَا صَلَوةَ إِلَّا بِمَا تَخَذُ الْكِتَابَ - نماز نہیں ہوتی مگر فاتحہ کتاب کے ساتھ

اور فرمایا :-

لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا عَمَلَةَ لَهُ - جو امانت دار نہیں اس کا ایمان نہیں۔

۱۵ سورہ صمد پارہ فی ظہیر - صدقۃ القال پارہ کمال اللہ

۱۶ سورہ فتح، پارہ تم - سلم شریفین و ابن ابی شیبہ و ابویوسف وغیرہ۔

۱۷ بخاری و مسلم شریفین وغیرہما۔ - جملہ شریفین۔

کتاب و سنت میں اس قسم کی مثالیں بہت ہیں۔ یہ توجیہ قصور میں کی تاویل نہیں ہے۔ جیسا کہ ان لوگوں نے گمان کیا ہے۔ بلکہ کمال بلاغت پر نصوص کو حمل کیا گیا ہے۔ اور عرف میں جب کسی شخص کے امر و رسالت کو ضروری اور متمم بالشان ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں کہ اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ اس سے مقصود حقیقت نہیں ہے بلکہ مجاز ہے جو حقیقت سے ابلغ ہے۔ اور جب فاعل سے جو کامل قدرت والے مالک کا غلام اور بندہ ہے۔ اس کے قلم و اندازہ سے بڑھ کر کوئی فعل صادر ہو۔ اور اس فعل میں اس مالک کا دور کی انکساف و توجہ مد نظر ہو۔ تو اس وقت مالک کو لائق ہے کہ یہ کہہ دے کہ اس فعل کو میں نے ہی کیا ہے۔ یہ بات بھی نہ اتحاد و اصل پر اور نہ اتحاد ذات پر دلالت کرتی ہے۔ حاشا و کلا کہ بندہ غلام کا فعل میں مالک متقدم کا فعل ہو۔ یا اُس کی ذات کا عین بن جائے ان لوگوں نے شاید انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مذاق کو نہیں سمجھا کیونکہ ان کی دعوت کا مدار، اثینیت یعنی دینی اور غیر کے وجود اور غیریت پر ہے۔ ان کی عبارتوں کو تو حید و اتحاد پر حمل کرنا بے ہودہ تکلف ہے۔ اگر حقیقت میں ایک ہی موجود ہوتا۔ اور اس کے سوا سب اس کے ظہور نہ ہوتے۔ اور اس کے ماسوائے کی عبادت اسی کی عبادت ہوتی، جیسے کہ ان لوگوں نے گمان کیا ہے۔ تو پھر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بالحدہ اور تاکید کے ساتھ ان کی پرستش سے کیوں منع کرتے۔ اور ان کی پرستش پر دائمی عذاب کیوں مترتب کرتے۔ اور ان کے پیجاویوں کو خدا کا دشمن کیوں کہتے۔ جب تک ان لوگوں کو ان کی غلطی پر اطلاع نہ بخشیں عینیت کی دید جو بحالت سے ان میں پیدا ہو گئی ہے، دور نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی ان کی عبادت کو حق تعالیٰ کے غیر کی عبادت جانتے ہیں۔

ان لوگوں میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ پیغمبروں نے عوام لوگوں کے قصور و غم کے باعث تعجب و جودی کے امر کو پوشیدہ رکھا ہے اور اپنی دعوت کی بنا غیر و غیریت پر رکھی ہے۔ اور وحدت کو چھپا کر کثرت پر دلالت کی ہے۔

یہ بات مشیومہ کے تقیہ کی طرح سننے کے قابل نہیں ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو کچھ کہ واقعی اور نفس الامر ہی ہے اس کی تبلیغ کے زیادہ مستحق اور حق دار ہیں۔ جب نفس الامر میں ایک ہی موجود ہو اور اس کا غیر کچھ موجود نہ ہو۔ تو مناسب نہیں کہ اس کو چھپا کر نفس الامر کے خلاف ظاہر کریں۔ خاص کر وہ احکام جو واجب الوجود کی ذات و صفات و افعال کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے اظہار اور اعلان کے وہ زیادہ حق دار ہیں۔ کوتاہ نظر نہ وہ ان کو سمجھیں یا نہ سمجھیں کیا نہیں



دیکھتے کہ قرآن کی آیات متشابہات یا عادیث متشابہات جن کے سمجھنے سے عوام کی خواہش بھی عاجز ہیں۔ ان کے اظہار کرنے سے منع نہیں ہوئے۔ اور نہ ہی عوام کی غلطی اور کوتاہ فہمی ان کے کلمات کی مانع ہوئی۔ یہ لوگ اس شخص کو جو دو وجود کا قائل ہے اور ماسوا کی عبادت سے اعتقاد و پرہیز کرتا ہے، مشرک کہتے ہیں۔ اور اس شخص کو جو ایک وجود کا قائل ہے سو کہتے ہیں اگرچہ ہزار بت کی عبادت کرے اس خیال سے کہ یہ سب حق تعالیٰ کے ظہورات ہیں۔ اور ان کی عبادت حق تعالیٰ کی عبادت ہے۔ انصاف کرنا چاہیے کہ ان دونوں گروہوں میں سے مشرک کون ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے وحدت وجود کی طرف دعوت نہیں کی۔ اور نہ ہی دو وجود کہنے والے کو مشرک کہا ہے۔ بلکہ ان کی دعوت وحدت معبود کی طرف ہے۔ اور انہوں نے ماسوا کی عبادت کو مشرک کہا ہے۔

اگر صوفیہ وجودیہ ماسوا کو غیر بت کے طریق پر نہ بھی جانیں تو یہی مشرک کو دفع نہیں کر سکتے کیونکہ ماسوا کو ماسوا ہی جانیں یا نہ جانیں۔ ان میں سے بعض متاخرین، عالم کو، حق تعالیٰ کا عین نہیں جانتے۔ اور عینیت سے کنارہ کرتے ہیں۔ اور عینیت کے قائلوں کو طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ اور شیخ علی الدینی اور اس کے متبعین کے ساتھ انکار سے پیش آتے اور ان کو بُرائی سے یاد کرتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ لوگ عالم کو حق تعالیٰ کا غیر بھی نہیں جانتے۔ بلکہ نہ ہی حق تعالیٰ کا عین اور نہ ہی حق تعالیٰ کا غیر جانتے ہیں۔ یہ بات بھی ثواب سے دُور ہے :

الْإِنْسَانُ مُتَعَلِّمٌ ۖ

تفسیر مقررہ ہے۔ اثنیت یعنی دوئی کا منکر درجہ عقل کا مخالفت ہے۔ ہاں متکلمین نے صفات واجبہ جلی سلطانہ کے بارہ میں کَھو دَکَاغِبُوْهُ کَہا ہے۔ اور غیر سے غیر اصطلاحی مراد لے کر اس امر کو مد نظر رکھا ہے کہ دو متضاد چیزوں کا باہم جدا اور الگ ہونا جائز ہے۔ کیونکہ واجب تعالیٰ و تقدس کی صفات حضرت ذات سے الگ نہیں ہیں۔ اور نہ ہی حق تعالیٰ کی ذات و صفات تقدیر کے درمیان انفکاک یعنی الگ ہونا جائز مقصور ہو سکتا ہے۔ پس کَھو دَکَاغِبُوْهُ صفات واجبہ میں صادق ہے۔ برخلاف عالم کے کہ یہ نسبت اس میں مقصور ہے :

كَانَ اللَّهُ وَكَهْرِيكُنْ مَعَهُ

اے خدا اور اُس کے ساتھ کوئی چیز موجود نہ تھی۔

پس عالم کی غیر بت کی نفی کرنا اثنیت میں بھی اور اصطلاح میں بھی صدق سے دُور ہے۔ ان لوگوں

اپنے حقیقت حال تک نہ پہنچنے کے باعث عالم کو صفات تدبیر کی طرح سمجھ کر اس کے مخصوص حکم کو اس  
جگہ اطلاق کیا ہے۔ یہ لوگ جب عنایت عالم کی نفی کے قائل ہوئے ہیں تو ان پر لازم ہے کہ خیریت  
عالم کے قائل ہوں۔ اور توحید وجودی ظاہر کے زمرہ سے نکل آئیں۔ اور عالم کے متعدد وجودوں  
کے قائل ہو جائیں۔ اور توحید وجودی میں عین کھٹے سے بہارہ نہیں ہے۔ جیسے کہ شیخ علی الدین اور  
اس کے تابعین نے کہا ہے۔ اور عین کتنا ان معنوں کے لحاظ سے نہیں ہے کہ عالم اپنے صانع کے  
ساتھ متحد ہے۔ حاشا وکلاً بلکہ ان معنوں کے اعتبار سے ہے کہ عالم معدوم ہے اور حق تعالیٰ کا وجود  
واجب۔ جیسے کہ اس فقیر نے اپنے بعض رسالوں میں اس امر کی تحقیق کی ہے۔

سوال :

صوفیہ وجودیہ، دو وجود کے کھٹے والے کو جو مشرک کہتے ہیں وہ اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ وہ  
دو عین ہیں اور دو عین طریقت کا مشرک ہے ؟

جواب :

دو عین جو طریقت کا مشرک ہے، توحید شہودی سے دفع ہو جاتا ہے۔ توحید وجودی اس  
مقام میں کچھ دیکھنا نہیں ہے۔ کیونکہ سالک کا مشہود و ملحوظ ایک ذات مقدس کے سوا اور کوئی  
اس نہیں ہے تا کہ فنا متحقق ہو۔ اور طریقت کا مشرک دور ہو جائے۔ دن میں جو آفتاب کو نہ دیکھتے  
ہیں۔ اور ستاروں کو نہیں دیکھتے، دو عین، کا وہ فیہ حاصل ہے۔ اگرچہ ہزاروں ستارے دن  
میں موجود ہوں۔ مقصود یہ ہے کہ ایک آفتاب مشہود ہو۔ خواہ ستارے معدوم ہوں یا موجود  
بلکہ میں کہتا ہوں کہ کمال اس صورت میں ہے کہ اشیا موجود ہوں اور سالک کمال فنا کے باعث  
جو اپنے مطلوب حقیقی سے رکنا ہے کسی چیز کی طرف توجہ نہ کرے۔ بلکہ کسی چیز کا مشاہدہ نہ کرے  
اور کوئی چیز اس کے دیدہ بعیرت میں نہ آئے۔ اور اگر اشیا موجود نہ ہوں۔ فنا کس سے متحقق  
ہوگی۔ اور فانی کس سے ہوگا اور کس کو فنا بخش کرے گا۔

سب سے اول جس شخص نے توحید وجودی کی تصریح کی ہے۔ وہ شیخ علی الدین ابن عربی ہے  
اس سے عزم شدہ مشائخ کی عبارتیں اگرچہ توحید وجودی کی خبر دیتی ہیں۔ لیکن توحید شہودی پر  
عمل کرنے کے قائل ہیں۔ کیونکہ حق جل شانہ کے بغیر کو جب نہیں دیکھتے۔ تو بعض کہتے ہیں کہ  
لَیْسَ رَاقِبٌ جَنَّتِیْ یَسُوٰی اللہ۔ میرے جبر میں سوائے اللہ کے اور کچھ نہیں



اور بعض مُبْتَغَاۓ مَا آغَظَكَ سَأَلَنِي كَيْ نَدَا بِكَ اُتَشْتَعِي۔ اور بعض :

لَيْسَ فِي الدَّارِ حَيَوٰةٌ دَكِيَاۓ۔ مگر میں اُس کے سوا کوئی دہنے والا نہیں ہے

کی آواز بلند کرتے ہیں۔ یہ سب پھول ایک ہی یک بینی، کی شاخ سے کھٹے ہیں۔ ان جہارتوں میں کوئی بھی وحدت وجود پر دلالت نہیں کرتی۔ اور جس شخص نے اس مسئلہ کو ابواب اور فصول کی شکل میں لکھا ہے اور صرف و نحو کی طرح اس کو جمع کیا ہے۔ حتیٰ کہ اس نے کہا ہے کہ خاتم النبوت بعض علوم و معارف کو خاتم الولايت سے اخذ کرتا ہے۔ اور خاتم الولايت ممدی اپنے آپ کو جانتا ہے اور شارعی نے اس کی توحید میں کہا ہے کہ پادشاہ اپنے خزانچی سے اگر کوئی چیز لے لے تو اُس میں کیا نقصان ہے۔

غرض فنا بقا اور ولایت کبریٰ کے کمالات حاصل کرنے کے لیے توحید وجودی کی کوئی ضرورت نہیں۔ توحید شمولی حاصل ہونی چاہیے۔ تاکہ فنا متحقق ہو جائے۔ اور ماسوے گانیا حاصل ہو جائے۔

ہو سکتا ہے کہ کوئی سالک ابتدا سے انتہا تک میر کر جائے۔ اور توحید وجودی کے علوم و معارف سے کوئی بھی اس پر ظاہر نہ ہو۔ بلکہ نزدیک ہے کہ ان علوم سے انکار کر دے۔ فقیر کے نزدیک وہ راستہ جو ان معارف کے علوم کے بغیر سلوک کے ساتھ میر ہو جائے وہ اس راستہ سے زیادہ قریب ہے۔ جو اس طور کو متغیر ہے۔ اور نیز اس راہ کے سالکوں میں سے اکثر مطلوب تک پہنچتے ہیں۔ اور اکثر راہ ہی میں رہ جاتے ہیں۔ اور دریا سے قطرہ کے ساتھ میر لب ہو جاتے ہیں۔ اور اتحاد کے وہم میں پڑ کر غل میں گرفتار رہتے ہیں۔ اور وصل سے محروم رہتے ہیں۔ یہ امر تجربہ سے معلوم ہو چکا ہے۔ وَاللّٰهُ شَهِيدٌ اَنَّهُ لَاصْبِرُ اِلَّا بِرَبِّهِ۔

اور نیز فقیر کو اگرچہ راہ ثانی سے سلوک میر تھا ہے اور توحید وجودی کے علوم و معارف کے ظہورات سے کافی حصہ حاصل تھا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل ہوئی اور میر مجبوی کے ساتھ راستہ کے جنگلوں اور میدانوں کو فضل و عنایت کی امداد سے طے کروایا اور کمال کرم کے ساتھ ظلال سے گنار کر اصل تک پہنچایا۔ اور جب معاملہ میر شدوں یعنی مریدوں تک پہنچا، تو معلوم ہوا کہ اس کے علاوہ ایک اور راہ ہے جو وصول کے زیادہ قریب اور حصول میں زیادہ آسان ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَ اِنَّہٗ لَکَ لَیْسَ بِمُتَعَدِّی

مَا کُنَّا لِنَهْتَدِیْ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا ہِدٰیۃِ دِی اَکْرَمَہٗ ہِمَّ کُوْبَرِیۃِ نَزَدَہٗ تَوْبِہِ

اللہ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلًا رَیِّنًا  
کیسی ہدایت دیتے، ایسے شک ہمارے رب  
بالحَقِّ۔  
کے رسول حق بات لاتے۔

تفسیر۔ سابقہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اگرچہ موجودات متعدد ہوں اور حق تعالیٰ کا ماسویٰ بھی موجود ہو  
تو پھر بھی ہر کتاب ہے کہ قنابلہ تحقیق ہو جائے نہ یہ کہ ماسوئے معدوم و ناچیز ہو جائے۔ یہ بات باوجود  
تعدد کے اکثر عوام پر پوشیدہ رہی ہے۔ پھر ملام کا کیا ذکر ہے۔ ان لوگوں نے توحید شہودی کو یمن  
وجہی خیال کر کے وحدت و جبر کی معرفت کو راستہ کی شرط جانا ہے۔ اور دو وجود کھنڈے والے کو  
ضلال و مضل و گمراہ و گمراہ کرنے والا سمجھا ہے اور کثرت کے آئینوں میں وحدت کے مشاہدہ کو انجام  
کار تصور کیا ہے۔ ان میں سے بعض نے یہاں تک تصریح کی ہے کہ ہمارے حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ علیہ  
انوار من الصلوات افضلنا و من التسلیمات اکملنا کمالات نبوت حاصل ہونے کے بعد شہود و وحدت  
و کثرت کے مقام میں رہے۔ اور آیت کریمہ اَنَّا اَعْلٰیٰکَ الْکَوْنُ سے اس مقام کی طرف اشارہ  
کرتے ہیں۔ اور اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ تحقیق ہم نے تجھ کو کثرت میں وحدت کا مشاہدہ  
عطا کیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کوثر کی واؤ کے درمیان آنے سے جو حروف کثر کے درمیان آتے  
یہ اشارات سمجھے ہیں۔ مآشاد و کلاؤں قسم کے عارف مقام نبوت کے لائق ہوں۔ کیونکہ انبیاء علیہم  
الصلوة والسلام خدا نے جو کچھ جل شانہ کی طرف دعوت کرتے رہے ہیں۔ اور جو چیزیں ان کے آئینوں  
میں گنجائش نہیں رکھتی۔ وہ بے چونی سے بے نصیب ہے۔ اور جو کچھ اور چند کی کے داغ سے داغدار  
ہے۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ان کو انصاف کی توفیق دے۔ شاید یہ لوگ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام  
کو اپنے کمالات کے ترازو پر تولنا چاہتے ہیں اور ان کے کمالات کو اپنے کمالات کی طرح جانتے  
ہیں۔ کَبُوْتُ کَلِمَةً خَفِیَّةً مِنْ اَخْهَم۔ چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔

چچاں کر می کہ در سنگی نہاں است

زمین و آسمان او ہماں است

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں کا یہ کینہ اور عاجز اس قسم کی معرفت سے جہاں ازل  
حاصل ہوئی تھی بلامت و استغفار کرتا ہے۔ اور اس شہود کو نصاریٰ کے حلول کی طرح اس پاک جناب  
سے نفی کرتا ہے۔

لے جس طرح دو کڑا جو پتھر میں چسپا ہوا ہے اس کا زمین و آسمان و ہوا ہے۔



حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور جانا گیا۔ سب اس کا غیر ہے۔ کلمہ لا کی حقیقت سے اس کی نفی کرنی چاہیے، پس کثرت میں وحدت کا مشاہدہ بھی نفی کے لائق ہے اور اس پاک بارگاہ سے منتفی اور دور ہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہ کی اس کلام نے مجھ کو اس شہود سے نکال دیا ہے۔ اور مشاہدہ اور سامانہ کی گرفتاری سے نجات بخشی ہے۔ اور میرے اسباب کو علم سے جہل کی طرف اور معرفت سے حیرت کی طرف لے گیا ہے۔

بِحَوْلِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ عَزَّ وَجَلَّ  
اللہ تعالیٰ ان کو میری طرف سے جزائے  
خیر دے۔

میں صرف ایک ہی بات سے حضرت خواجہ قدس سرہ کا مرید اور حلقہ نگوش ہوں۔ اور اسی اولیاء سے شاید ہی کسی نے اس طرح کی عبارت بیان کی ہو۔ اور تمام مشاہدات و معائنات کی اس طرح پر نفی کی ہو۔

اس مقام میں آپ کے اس سخن کی حقیقت کو جہاں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ خدا نے تعالیٰ کی معرفت بہا والدین پر حرام ہے۔ اگر اس کی ابتدا بایزیدؒ کی انتہا نہ ہو، اور ہونڈنی چاہیے۔ کیونکہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ باوجود اس بزرگی کے شہود و مشاہدہ سے آگے نہیں نکلے۔ اور سُبْحَانِی مَا أَهْطَمُ شَاكُی کے تنگ کوپہ سے قدم باہر نہیں رکھا۔ یہ خلافت ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ کے کہ جنہوں نے ایک ہی کلمہ لا سے اس کے تمام مشاہدات کی نفی فرمادی اور سب کو حق تعالیٰ کا غیر ثابت کر دیا حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی تنزیہ حضرت خواجہ قدس سرہ کے نزدیک تشبیہ ہے اور اس کا بیچن ان کے نزدیک چون اور کمال نقص ہے۔ ناچار اس کی انتہا جو تشبیہ سے آگے نہیں بڑھا، خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی انتہا ہوگی کیونکہ ہدایت تشبیہ سے ہے، اور نہایت تنزیہ کے ساتھ۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ آخر حال میں بایزید رحمۃ اللہ علیہ کو اس نقص پر اطلاع بخشی گئی کہ موت کے وقت اس طرح کہتے تھے:

مَا ذَكَرْتُكَ إِلَّا عَنْ عَقْلِي وَهَآ  
میں نے تجھے یاد نہیں کیا مگر غفلت سے  
لَا عَنْ قَلْبِي  
اور میں نے تیری خدمت نہیں کی، مگر  
سستی سے۔

اس نے اپنے پہلے حضور کو غفلت جانا کہ وہ حق تعالیٰ کا حضور نہ تھا۔ بلکہ لٹال میں سے

ایک ظل کا حضور اور اس کے ظہورات میں سے ایک ظہور تھا۔ پس ناپا حق تعالیٰ سے غافل رہے اور حق تعالیٰ ولاء الوداء ہے۔ لظلال و ظہورات سب کے سب مبادی اور مقدمات اور معارج اور معیلات ہیں۔ اور یہ جو حضرت خواجہ قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کوہدایت میں وسیع کرتے ہیں۔ واقع کے موافق ہے۔ کیونکہ ابتدا ہی سے ان کی توجہ اعدیت صرف کی طرف ہے۔ اور اسم و صفت سے ذات کے سوا کچھ نہیں چاہتے۔

اس طائفہ علیہ کے بتدیوں کو یہ دولت اپنے شیخ مقتدا سے جو اس کمال کے ساتھ مشرف ہوتا ہے، بطریق انکاس حاصل ہو جاتی ہے۔ خواہ وہ اس کو جانیں یا نہ جانیں۔ پس ناپا کار کا ملوں کی نہایت ان بزرگواروں کی ہدایت میں مندرج تسلیم کرنی پڑے گی۔

حاصل کلام یہ کہ اعدیت کی توجہ ان میں غالب آجائے۔ اور ظاہر کو بھی باطن کے ہم رنگ کر دے۔ تو سالک مشاہدات مغلی سے جو ممکنات کے آئینوں میں ظاہر ہوتے ہیں آزاد ہو جاتا ہے اور معارف تشبیہی سے غلامی پا جاتا ہے۔ اور اگر یہ توجہ غالب نہ ہو سکے اور صرف باطن پر ہی لگی رہے۔ تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بظاہر کثرت میں وحدت کے مشاہدہ کی لذت پاتا ہے۔ اور توحید و اتحاد سے محظوظ ہوتا ہے۔ لیکن یہ شہود ان کے حق میں ظاہر پر ہی محدود رہتا ہے۔ باطن میں کچھ سراپت نہیں کرتا۔ ان کا باطن اعدیت صرف کی طرف متوجہ رہتا ہے اور ان کا ظاہر کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرنے والا ہوتا ہے۔ اس وقت ممکن ہے کہ ظاہر کی نسبت کے غلبہ کے باعث باطنی توجہ معلوم نہ ہو۔ اور شہود ظاہر کے سوا اور کوئی امر معلوم نہ ہو۔ جیسے کہ ابتدا میں ان معبود کے لکھنے والے کا حال تھا کہ ظاہری نسبت کے غلبہ کے باعث باطنی توجہ سے جو اعدیت صرف کی طرف تھی، بالکل اٹکا ہی نہ دیکھتا تھا اور کلی طور پر اپنے آپ کو کثرت میں وحدت کی طرف متوجہ پاتا تھا۔ کچھ مدت کے بعد حضرت حق سبحانہ نے باطن کی توجہ پر اطلاع بخشی اور باطن کو ظاہر پر نصرت دی۔ اور معاملہ کو یہاں تک پہنچایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَنی ذٰلِکَ اس پراشد تعالیٰ کی حمد ہے۔

وہ معارف توحیدی اور مشاہدات مغلی جو اس فائدان بزرگ کے بعض خلفاء سے سرزد ہوئے ہیں، وہ بھی اسی قسم سے ہیں۔ نہ یہ کہ یہ لوگ ظاہر و باطن میں اسی شہود کی طرف متوجہ اور اسی معرفت کے گرفتار رہے ہیں۔ برخلاف دوسرے بزرگوں کے جو ظاہر و باطن میں اور اس شہود کو تشبیہ اور تنزیہ کا جامع جانکر اسی کو کمال سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کا باطن بھی اگرچہ تنزیہ صرف کے ساتھ ایمان



دیکھتا ہے۔ لیکن گرفتاری اور ہے اور ایمان کچھ اور۔ اور حال اور ہے اور علم کچھ اور چیز۔ وہ لوگ جو تنزیہ صرف کے ساتھ ایمان نہیں رکھتے اور شاہدہ سفلی کے سوا کسی اور امر کے منتقدات نہیں ہیں۔ وہ مقلدوں میں سے ہیں۔ جو اس بحث سے خالص ہیں۔

فقیر کے نزدیک ممکنات کے آئینوں میں حق تعالیٰ کا وہ شہود جس کو صوفیہ کی ایک جماعت کمال جانتی ہے۔ اور تشبیہ اور تنزیہ کے درمیان جمع خیال کرتی ہے، اور حقیقت حق تعالیٰ کا شہود نہیں ہے۔ اس میں ان کا مشہود ان کا خیالی اور من گھڑت امر ہے۔ کیونکہ جو کچھ ممکن میں دیکھتے ہیں وہ واجب نہیں ہے۔ اور جو کچھ حادث میں پاتے ہیں وہ قدیم نہیں ہے۔ اور جو کچھ تشبیہ میں ظاہر ہوتا ہے وہ تنزیہ نہیں ہے۔ ہرگز ہرگز صوفیہ کی اس قسم کی ترہات یعنی بے حودہ باتوں پر فریفتہ نہ ہونا چاہیے۔ اور حق تعالیٰ کے غیر کو خدا نہ جانا چاہیے۔ مانا کہ یہ لوگ خطا کار مجتہد کی طرح مصلوب ہیں اور خطا کار مجتہد کی طرح مواخذہ سے بری ہیں۔ لیکن ان کے مقلدوں کے ساتھ معلوم نہیں کس طرح معاملہ کریں گے۔ کاش کہ مجتہد مقلی کے مقلدوں کی طرح ہی ہوتے۔ اور اگر ان کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا تو پھر ان کا کام نہایت مشکل ہے۔ قیاس و اجتہاد اصول شرعی میں سے ایک اصل ہے جس کی تقلید کا ہم کو امر ہوتا ہے۔ برخلاف کشف اور انعام کے کہ اس کی تقلید کا ہم کو حکم نہیں ہے اور انعام غیر رحمت نہیں ہے۔ لیکن اجتہاد و مقلد پر رحمت ہے۔ پس علمائے مجتہدین کی تقلید کرنی چاہیے اور دین کے اصول کو ان کی آراء کے موافق تلاش چاہیے اور صوفیہ جو کچھ علمائے مجتہدین کی آراء کے برخلاف کہیں یا کریں اس کی تقلید نہیں کرنی چاہیے۔ اور حسن ظن کے ساتھ ان کے ظمن سے لب بند رکھنے چاہئیں۔ اور ان کی اس قسم کی باتوں کو شیطیات سے جانا چاہیے۔ اور ظاہر کی طرف سے مصروف و پھرا ہوا خیال کرنا چاہیے۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان میں بعض صوفیہ عام لوگوں کو اپنے کشفیہ اور الدامیہ امور مثلاً وحدت وجود کے ساتھ ایمان لانے پر دلالت کرتے ہیں۔ اور ان کی تقلید کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور ان کے عدم ایمان پر دھمکاتے ہیں۔ کاش کہ یہ لوگ ان امور کے عدم انکار پر دلالت کرتے اور ان کے منکر پر تمہید اور دھمکی فرماتے۔ کیونکہ ایمان اور چیز ہے اور عدم انکار اور چیز۔ ان امور کے ساتھ ایمان لانا لازم اور ضروری نہیں ہے۔ ہاں ان امور کے انکار سے بچنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ان امور کا انکار ان امور والوں کے انکار تک پہنچا دے۔ اور حق تعالیٰ کے اولیا کے ساتھ بغض و عداوت پیدا ہو جائے۔ علمائے اہل حق کے موافق کام کرنا چاہیے۔ اور صوفیہ کی کشفیہ باتوں

سے حسن نین کے ساتھ سلوک کرنا چاہیے۔ اور لا و نعم پر جرات نہ کرنی چاہیے :

هَذَا هُوَ الْحَقُّ الْمَتَّوِّبُ بَيْنَ الْإِعْرَاقِ

وَالنَّعْمِ بَيْنَ وَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ الْمَلِكُ

يَلِصُّ نَوَابِ

الہام کرنے والا ہے۔

جب معاملہ ہے کہ ان لوگوں میں سے بدت سے بدی اسی شہود و شاہدہ پر بھی قناعت نہیں کرتے۔ بلکہ اس شہود کو تنزل خیال کر کے اس آٹنا میں رویت بصری کے بھی قائل ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم واجب الوجود حق سلطانہ کی ذات کو دیکھتے ہیں۔ اور نیز کہتے ہیں کہ وہ دولت جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج میں حاصل ہوئی تھی۔ ہم کو ہر روز میسر ہے۔ اور وہ نور جو ان کے دیکھنے میں آتا ہے۔ اُس کو صبح کی سفیدی سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور اس نور کو مرتبہ بے گنسی خیال کرتے ہیں۔ اور مراتب عروج کی نہایت اس نور کے طور تک تصور کرتے ہیں :

تَعَالَى سُبْحَانَهُ عَمَّا يَقُولُ الْخَالِئُونَ

ہیں بہت بلند ہے۔

اور نیز حضرت حق جل شانہ کے ساتھ مکالمہ و کلام ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ایسا فرمایا ہے۔ کبھی دشمنوں کے حق میں حضرت حق سبحانہ کی طرف سے کئی قسم کی باتیں نقل کرتے ہیں اور کبھی اپنے دوستوں کو بشارت دیتے ہیں۔ اور ان میں سے بعض اس طرح کہتے ہیں کہ رات کی تہائی یا چوتھائی حصہ تک میں حق تعالیٰ کے ساتھ کلام کرتا رہا۔ اور ہر طرح کی باتیں پوچھتا رہا اور جواب لیتا رہا :

لَقَدْ اسْتَكْبَرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ وَتَوَاقَّ

عُتُوا كَيْمِيًّا۔

ان لوگوں نے اپنے آپ میں بکریا

اور بڑی سرکش کی۔

ان لوگوں کی باتوں سے یہ سمجھ آتا ہے کہ یہ لوگ اس نور مرنی کو عین حق تعالیٰ سمجھتے ہیں۔ اور اس نور کو حق تعالیٰ کی ذات تصور کرتے ہیں۔ نیز کہ اس کے ظہورات میں سے کوئی ظہور یا اس کے ظلال میں سے کوئی ظل جانتے ہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ اس نور کو حق تعالیٰ کی ذات کہنا محض افتراء اور صرف الحاد اور خالص زندقہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا نہایت ہی علم و تحمل ہے کہ اس قسم کے مغتریوں کے لیے طرح طرح کے غابولہ

لہ سورۃ فرقان۔



میں جلدی نہیں کرتا۔ اور ان کی ریح گئی نہیں فرماتا :

سُبْحَانَكَ عَلَىٰ حَلِيكَ بَعْدَ  
عِلْمِكَ وَعَلَىٰ عَفْوِكَ بَعْدَ  
قُدْرَتِكَ  
یا اللہ تو پاک ہے کہ ہماری برائیوں کو  
جان کر عفو فرماتا ہے۔ اور قدرت کے باوجود  
صاف کرتا ہے۔

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم صرف رویت یعنی دیدار کی طلب ہی کے باعث  
ہلاک ہو گئی۔ اور حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے طلب رویت کے بعد کن کرائی کیا  
زخم کھایا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اور اس طلب سے تائب ہوئے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی  
علیہ وآلہ وسلم جو حب السالین کے محبوب اور تمام اولین و آخرین موجودات میں سے بہترین ہیں۔ باوجود  
اس کے معراج بدنی کی دولت سے مشرف ہوئے۔ اور طریش و گرمی سے گزر کر مکان و زمان سے بھی  
اوپر چلے گئے۔ باوجود قرآنی اشارتوں کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت میں علما کا اختلاف ہے  
اکثر علی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عدم رویت کے قائل ہیں۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَا سَأَلِي سَأَلَهُ سُبْحَانَكَ إِلَهًا  
الْبَعْدَ أَيْحَ -  
یعنی صحیح یہی ہے کہ حضرت علی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم نے معراج کی رات اپنے رب کو نہیں  
دیکھا ہے۔

یہ بے سرو سامان اپنے خیال باطل میں ہر روز خدا کو دیکھتے ہیں۔ علما کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم کے ایک دیدار میں بھی علما کی قیل و قال ہے :

قَصَصَهُ اللَّهُ سُبْحَانَكَ -  
اللہ تعالیٰ ان کو خوار کر دے۔

اور نیران لوگوں کی باتوں سے سلوم ہوتا ہے کہ اس کلام کو جس کو یہ لوگ سنتے ہیں۔ حق سبحانہ  
سے وہی نسبت ہے جو کلام کو اپنے تنگم کے ساتھ جانتے ہیں۔ یہ عین الحلا ہے حاشا وکلا کہ حضرت  
حق سبحانہ سے تنگم کے طریق پر کوئی ایسا کلام صادر ہو۔ جس میں ترتیب تقدیم اور تاخیر ہو، جو  
حدیث کی علامات میں سے ہیں۔ شاید شائع کیا رک باتوں نے ان کو غلطی میں ڈال دیا ہے۔ کیونکہ  
شائع نے بھی حضرت حق جل سلطانہ کے ساتھ کلام و مکالمہ کیا ہے۔

لیکن جاننا چاہیے کہ شائع کیا رک اس کلام کو حضرت حق سبحانہ کے ساتھ ایسی نسبت نہیں دیتے  
جو کلام کو اپنے تنگم کے ساتھ دے سکیں۔ بلکہ وہی نسبت ثابت کرتے ہیں جو مخلوق کو اپنے خالق کے

ساتھ ہے۔ اور اس میں کوئی مخطوٹ اور قیاحت نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو شجرہ مبارکہ سے حق تعالیٰ کا کلام سنا۔ تو اس کلام کو حق تعالیٰ کے ساتھ وہی نسبت تھی جو مخلوق کو اپنے خالق کے ساتھ ہوتی ہے نہ کہ نسبت جو کلام کو اپنے تشکیم کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور ایسے ہی وہ کلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا اس کو بھی حق تعالیٰ کے ساتھ وہی نسبت تھی جو مخلوق کو اپنے خالق سے ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ وہ کلام بھی حق تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کا منکر کافر و زندقہ ہے گویا حق تعالیٰ کا کلام، کلام لفظی اور کلام نفسی کے درمیان مشترک ہے۔ جس کو حق تعالیٰ کسی امر کے ذیلے ایجاد فرماتا ہے۔ پس کلام لفظی بھی حق تعالیٰ کا کلام ہوگا۔ ناچار اس کا منکر بھی کافر ہوگا:

فَأَنفَعُ مَا كَانَ هَذَا السَّخِيفُ يَنْفَعُكَ  
فِي كَثِيرٍ مِنَ الْمَوَاضِعِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُ  
الْمُؤْتِقُ - دے گی۔ اور اللہ تعالیٰ تو فیض دینے والا ہے۔

جاننا چاہیے کہ وہ وجود جو ممکنات کے لیے ہم ثابت کرتے ہیں تمام صفات کی طرح ایک ضعیف وجود ہے۔ ممکن کے علم کی واجب کے علم کے مقابل میں کیا مقدار ہے، اور قدرت قدیمہ کے مقابل میں قدرت حادثہ کیا اعتبار رکھتی ہے۔ ایسے ہی ممکن کا وجود واجب تعالیٰ کے وجود کے مقابل میں لاشعہ محض ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ دیکھنے والا ان دونوں وجودوں کے فرق کے باعث شک میں پڑ جائے کہ آیا وجود کا اطلاق ان دونوں فردوں پر حقیقت کے طور پر ہے یا ایک فرد پر بطریق حقیقت ہے اور دوسرے پر بطریق مجاز۔ کیا نہیں جانتے کہ صوفیہ میں سے بعض لوگوں نے شق نہائی پر یقین کیا ہے۔ اور ممکن کے وجود پر وجود کا اطلاق کرنا مجاز کے طور پر سمجھا ہے۔ اور ممکنات کے وجود کو ثابت نہیں کرتے۔ مگر عوام یا اخص خواص۔ اخص سے مراد انبیائے عظیم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی امتوں میں سے وہ لوگ ہیں جو ان کی ولایتِ امیہ سے مشرف ہوئے ہیں۔ اور دائرہ غلامی کو پورے طور پر طے کر چکے ہیں۔ عوام ظاہرین ہیں۔ جو واجب تعالیٰ کے وجود اور ممکن کے وجود کو مطلق وجود کے اقسام سے جانتے ہیں۔ اہل دونوں کو موجود تصور کرتے ہیں۔ اخص خواص نیز نظر داتے ہیں۔ جو ہر دو وجود کو مطلق وجود کے افراد سے جانتے ہیں۔ اور افراد وجود کے مراتب کے

لے گا وٹ ۱۲۱۔



تفاوت کو وجود کے صفات اور اعتبارات کی طرف لٹاتے ہیں۔ نہ کہ وجود کی حقیقت اور ذات کی طرف تاکہ ایک حقیقت ہو اور دونوں اجماعاً اور گروہ متوطنین جو عوام کے رتبہ سے قدم آگے نکلتے ہیں۔ اور خاص خواص کے کمالات سے کوتاہ دست ہیں، مشکل ہے کہ ممکنات کے وجود کے قائل ہوں۔ اور ممکن کے وجود پر بطریق حقیقت وجود کا اطلاق کریں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ ممکن کو اس علاقہ سے موجود کہتے ہیں کہ وجود کے ساتھ اس کی نسبت ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ پانی سورج کی دھوپ سے گرم ہے۔ نہ یہ کہ وجود اس کے ساتھ قائم ہے، تاکہ حقیقت کے طور پر موجود ہو۔ اس گروہ میں سے بعض لوگ ممکن کے وجود سے ساکت و خاموش ہیں اور نفی و اثبات کے ساتھ اس کی تصریح نہیں کرتے۔ اور بعض ممکن سے وجود کی نفی کرتے ہیں۔ اور واجب تعالیٰ کے سوا اور کسی کو موجود نہیں جانتے۔ ان میں سے ایک گروہ ممکن کے وجود کو جیسے کہ وجود کا عین نہیں جانتے وجود کا غیر بھی جانتے۔ اور ان میں سے ایک گروہ نے اس طرح تصریح کی ہے کہ جس وجود کے ساتھ واجب تعالیٰ موجود ہے۔ اس وجود کے ساتھ ممکن بھی موجود ہے۔ اس عبارت سے بھی ممکن کے وجود کی نفی کرتے ہیں۔ غرض ممکن کا وجود ثابت کرنے کے لیے بڑی تیز نظر ہونی چاہیئے۔ تاکہ واجب تعالیٰ کے نور کی روشنی میں اس کو دیکھ سکیں۔ تیز نظر والے لوگ دن میں آفتاب کی روشنی کے باوجود ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ اور جس کی نظر تیز نہیں ہوتی، وہ ستاروں کو نہیں دیکھ سکتے۔ تم ممکنات کا وجود دن میں ستاروں کے وجود کی طرح ہے کہ جو تیز نظر والا ہے وہ دیکھ سکتا ہے اور جس کی نظر کمزور ہے اس دید سے اسے کوئی حصہ نہیں ملتا۔

اگر کوئی پرچھے کہ عوام باوجود ضعف بصیر اور کمزوری بصیرت کے کس طرح ممکنات کے وجود کو دیکھ سکتے ہیں۔ حالانکہ واجب تعالیٰ کے وجود کے انوار کی چمک اس کے دیکھنے سے مانع ہے تو میں کہتا ہوں کہ عوام ارباب علم میں سے ہیں نہ کہ ارباب دید میں سے۔ ہماری گفتگو ارباب دید کی نسبت ہے نہ کہ ارباب علم کی نسبت۔ کیونکہ ارباب علم اس بحث سے خارج ہیں۔ گویا واجب تعالیٰ کے انوار کا ظہور ان کے حق میں مفقود ہے۔ پس وجود ممکنات کے دیکھنے سے مانع نہ ہو گا۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ انوار کا ظہور وجود ممکنات کے دیکھنے سے مانع ہے نہ کہ وجود ممکنات کے علم سے مانع ہے۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اشیا کا علم سماع و تقلید سے بھی حاصل ہو جاتا ہے اور نظر و استمدال سے بھی متصور ہو سکتا ہے۔ جیسے کہ روز روشن میں آفتاب کی روشنی

کے باوجود۔ ستاروں کے وجود کا علم ضعیف نظر والوں کو بھی حاصل ہے۔ اسی طرح عوام کو وجود ممکنات کا علم حاصل ہے، نہ کہ وجود ممکنات کا شہود۔ کیونکہ شہود و صفات بصیرت سے ہے۔ اور ان کی بصیرت کی آنکھ اندھی۔ شہود ملک ہو یا ملکوت۔ جبروت ہو یا لاہوت۔

اے عزیز اللہ! جس طرح اس بحث میں خواص کے ساتھ شریک ہیں۔ اور کئی باتوں میں بھی ان کے درمیان شرکت ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بہت سے احکام میں عوام کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ اور خلقت اور اہل و عیال کے ساتھ رہنے سنے میں عوام کی طرح گزارہ کرتے تھے۔ اپنے اہل و عیال کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خُسن معاشرت کے حالات مشہور ہیں۔

منقول ہے کہ ایک دن سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امین رضی اللہ عنہما کے بوسے لے رہے تھے اور کمال انبساط اور خوشی کے ساتھ ان سے سلوک کر رہے تھے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میرے گیارہ لڑکے ہیں میں نے کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جو وہ اپنے مہربان بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

چونکہ انھیں خواص بعض اوصاف میں عوام کے ساتھ شریک ہیں۔ خواہ وہ شرکت باعتبار مقیاس کے ہو۔ اس لیے عوام اپنی نارسائی کے باعث ان کے کمالات سے محسوسِ حقہ پاتے ہیں۔ اور ان کو اپنی ہی طرح خیال کرتے ہیں۔ اور وہ شخص جو اوصاف و شمائل میں ان سے جدا ہو۔ اُس کو بہتر اور بزرگ جانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ادبیا کے ان اوصاف و اخلاق کو جو ان کے اوصاف و اخلاق سے جدا ہیں۔ اُن اخلاق و اوصاف سے جو ان کے اوصاف و اخلاق کی مانند ہیں بہتر جانتے ہیں۔ اگرچہ وہ اخلاق انبیاء میں موجود ہوں۔

مخدوم فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت حکایت منقول ہے کہ جب ان کا کوئی لڑکا لے آئے آپ اعیانِ اولیاء اور ارکانِ انقیاء سے ہوئے ہیں ولادت باسعادت ۱۰۵۵ھ آپ قلب الموحدين قطب الزاہدین اور گنج شکر کے القابات سے مشہور ہوئے۔ گنج شکر کے لقب سے شہرت پانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے زمانے میں ایک سو اکر سواریوں پر شکر لادکر مغان سے دہلی کی طرف جا رہا تھا۔ جب مقام احمد حسن میں پہنچا تو شیخ فرید حسن سرہ نے اس سے دریافت کیا کہ اوٹوں پر کیا لاد کر لے جا رہے ہو۔ اس نے کہا ملک۔ آپ نے فرمایا ملک ہے ملک ہی ہوگا۔ جب منزل پر پہنچ کر بوریاں کھولیں تو سب ملک سے (باقی صفحہ ۴۶۷)



فوت ہو جاتا اور اس کے مرنے کی خبر ان کو پہنچتی تو ان کی طبیعت میں کچھ تغیر و تبدل نہ آتا۔ اور اس طرح فرمادیتے کہ مگ بچہ مر گیا ہے جاؤ اس کو یا ہر پھینک دو۔

اور جب حضور سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا ابراہیم فوت ہوا تو حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے مرنے پر روپڑے اور نہایت غمناک ہو کر فرمایا:

إِنَّا بَعَثْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ لِيُخْبِرَكُمْ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ

یعنی بڑے جالغہ اور تکلیف کے ساتھ اپنے غم کا اظہار فرمایا۔ پس حضرت مخمخ شکر بہتر ہے یا حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم۔ عوام کا انعام کے نزدیک معاملہ اول بہتر ہے۔ اور اس کو بے تعلق جلتے ہیں اور دوسرے کو عین تعلق اور گرفتاری سمجھتے ہیں:

أَعَاذَنَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ مَنِ ابْتَغَىٰ دُونَهُ

اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے بڑے غیب سے بچائے۔

الشوم۔

چونکہ یہ ابتلا و آزمائش کا مقام ہے۔ عوام کو مشتبہ کرنا اور مشہر میں ڈالنا عین حکمت و مصلحت ہے۔

اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا

اے اللہ حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل ہم کو حق دکھا۔ اور حق کی

تائید دے اور ہمارے نصیب کر اور باطل کو باطل

کر کے دکھا۔ اور اس سے ہم کو بچا۔

اب ہم اصلی بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایمان اور ان کے اصحاب کا ایمان اور ان اولیاء کا ایمان جو اصحاب سے ملحق ہیں دعوت کی طرف رجوع کرنے کے باعث غیب کے ساتھ بدل جاتا ہے۔ جس طرح کوئی شخص دن میں آفتاب دیکھے۔ اور

دقیقہ جاشیہ صفحہ ۳۴) بھری ہوئی نقیص مشک کی جگہ تک دیکھ کر مست حیران ہوا۔ آخر سمجھ آئی کہ یہ غرابی میرے جھوٹ برونے کی وجہ سے ہوئی وہاں سے واپس لوٹ کر حضرت شیخ فرید الدین گیلانی کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلامی مانگی اور بڑی نیاز مندی کا اظہار کیا آپ نے فرمایا اگر شکر تھی تو شکر ہی ہوگی۔ آپ کا وصال مبارک ۵ محرم ۶۶۵ھ ہفتہ کے روز ۹۵ برس کی عمر میں ہوا۔ پانچ دین میں آپ کا سر زہر زار مر سب غلام بن گیا ہے۔ اس وقت میں ۱۹۵۰ء میں مزہر مبارک اور طحہ وقف جاؤ گا کا انتظام و انصرام محکمہ اوقاف پنجاب کے زیر تحویل ہے۔ محکمہ اوقاف کے زیر تحویل آنے کے بعد لاٹری کے لیے بہت سی سہولتیں میا کر دی گئی ہیں۔ جن کی یہاں جہت ضرورت تھی۔ اور رونق میں بھی بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ از مترجم عفی عنہ ۱۲

آفتاب کے وجود کے ساتھ ایمان شہودی حاصل کر لے۔ اور جب رات ہو جائے تو اس کا ایمان شہودی ایمان غیب کے ساتھ بدل جائے۔ اور علما کا ایمان اگرچہ غیب کے ساتھ ہے۔ لیکن ان کے غیب نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث حدس کا حکم پیدا کر دیا ہے۔ اور نظریات سے نکل چکا ہے۔

علمائے مراد اس جگہ علما سے آخرت میں مذکور علمائے دنیا۔ کیونکہ علما سے دنیا عام مومنین میں داخل ہیں۔ اور ایمان بالغیب جو عام مومنین کی طرف منسوب ہے اس کے اقسام میں سے بہترین قسم وہ ایمان ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید سے وابستہ ہے۔ اور قال اللہ اور قال الرسول سے تعلق رکھتا ہے۔

سوال :

علمائے فرمایا ہے کہ ایمان استدلالی ایمان تقلیدی سے بہتر ہے۔ حتیٰ کہ بہت سے علمائے استدلال کو ایمان کی شرائط میں سے بیان کیا ہے۔ اور ایمان تقلیدی کو معتبر نہیں جانتے۔ اور توئے ایمان تقلیدی کو بہتر کہا ہے ؟

جواب :

وہ ایمان جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید سے حاصل ہوتا ہے وہی ایمان استدلالی ہے۔ کیونکہ صاحب تقلید دلیل کے ساتھ جانتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تبلیغ رسالت میں صادق ہیں کیونکہ وہ شخص جس کی اللہ تعالیٰ معجزات کے ساتھ تصدیق کرے بے شک سچا ہے پس انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جن کی تائید معجزات کے ساتھ ہوئی ہے، سب کے سب صادق اور راست ہیں۔ تقلید غیر معتبر یہ ہے کہ ایمان میں اپنے دادا کی تقلید کرے۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور ان کی تبلیغ کی حقیقت کو منظور نہ رکھے۔ یہ ایمان اکثر علما کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔

باقی رہا وہ استدلال جو ارباب نظر (منطقی) اپنے مقدمات کے ساتھ حاصل کرتے ہیں۔ اور صغریٰ و کبریٰ کی ترتیب سے ایمان کا نتیجہ ظاہر کرتے ہیں۔ یہ استدلال ایک ایسا امر ہے جو امکان کے نزدیک اور وقوع سے دور ہے۔ اور مقام استدلال میں واجب تعالیٰ کے اثبات کیلئے ارباب نظر میں سے مولانا جلال الدین دہلوی جیسا معلوم نہیں کہ اور بھی کوئی گزرا ہو۔ کیونکہ وہ محقق بھی ہے اور متاخر بھی۔ اس نے اس امر عالی کے ثبات کرنے میں بہت کوشش کی ہے۔ باوجود اس



اس کے اس کے استدلالی مقدمات میں سے کوئی ایسا مقدمہ نہیں ہے جس میں اُس کے رسالوں کے محشی منع یا نقض کے ساتھ پیش نہ آئے ہوں۔ اور اچھے اچھے اعتراض نہ کیے ہوں۔ اس صاحب استدلال پر نہایت ہی افسوس ہے جو ایمان کو صرف استدلال ہی سے حاصل کرنے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید اس کی دستگیری اور مدد نہ کرے۔

رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا  
الرَّسُولَ فَاصْبِرْ لَنَا مَعَ  
الشَّاهِدِينَ۔  
اے ہمارے رب ہم اُس چیز کے ساتھ ایمان لائے جو تو نے نازل فرمائی اور رسول کی تابعداری کی پس ہم کو حق کی شہادت دینے والوں میں سے لکھ دے۔

## مکتوب نمبر ۲۷۲

مرزا حسام الدین احمد کی طرف ماحقر مایا :

اس بیان میں کرسٹک کو چاہیے کہ اپنے شیخ کے طریقہ کو لازم کرے۔ اور دوسرے مشائخ کے طریقہ کی طرف التفات اور توجہ نہ کرے۔ اور اگر اس کے بر خلاف واقعات ظاہر ہوں تو ان کا کچھ اعتبار نہ کرے کیوں کہ شیطان بڑا بھاری دشمن ہے۔ اس کے کفر و فساد سے غافل نہ ہونا چاہیے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا  
لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنَّ هَدَانَا اللَّهُ لَقَدْ  
كَانَتْ أَرْسُلَ رَسُولِنَا بِالْحَقِّ  
بَعَثْنَاكَ هَدَانَا رَبُّكَ إِلَى الْحَقِّ  
بَعَثْنَاكَ هَدَانَا رَبُّكَ إِلَى الْحَقِّ

آپ کا بزرگ محبت نامہ جو از روئے کرم اس حقیر کے نام تحریر کیا تھا، پہنچا۔ بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ جَزَاكَ اللَّهُ سُبْحَانَكَ حَبِيبًا۔ واللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

آپ کو لکھا جا چکا تھا کہ سماع کے منہ ہونے کا ہانہ نہ ملو کہ منہ ہونے کو بھی شامل ہے جو فقہ فقہاء اور غیر فقہاء شعروں کے بڑھنے سے مراد ہے۔ لیکن براہِ عزیز میر محمد نومان اور بعض اس جگہ کے یار جنہوں نے واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ اس مجلس مولود خوانی سے بہت خوش ہیں۔ ان پر مولود نہ سنانا اور ترک کرنا بہت مشکل ہے۔

میرے مخدوم! اگر واقعات کا کچھ اعتبار ہوتا، اور منامات اور خوابوں کا کچھ بھروسہ ہو۔ تو مریدوں کو پیروں کی حاجت نہ رہتی۔ اور طرق میں سے کسی ایک طریق کا لازم پکڑنا بحث معلوم ہوتا کیونکہ ہر ایک مرید اپنے واقعات کے موافق عمل کر لیتا۔ اور اپنی خوابوں کے مطابق زندگی بسر کر لیتا خواہ وہ واقعات و منامات پیر کے طریقہ کے موافق ہوتے یا نہ ہوتے۔ اور خواہ پیر کے پسند ہوتے یا نہ ہوتے۔ اس تقدیر پر سلسلہ پیری و مریدی و درہم برہم ہو جاتا۔ اور ہر بوالعوس اپنی وضع پر مستقل و برقرار ہو جاتا۔ حالانکہ مرید صادق، ہزار ہا واقعات کو اپنے پیر کے باوجود نیم جو کے ساتھ نہیں خریدتا۔ اور طالب رشید حضور پیر کی بدولت منامات کو انصاف اسلام یعنی جموٹی خوابیں ماننا ہے۔ اور کچھ التفات الہی کی طرف نہیں کرتا۔ شیطان لین بڑا بھاری دشمن ہے۔ جب فتنی اس کے مکر سے امن میں نہیں ہیں۔ اور اس کے مکر سے ترساں و لرزاں ہیں تو پھر متوسلوں اور مبتدیوں کا کیا ذکر ہے۔

حاصل کلام یہ کہ منتہی محفوظ ہیں اور شیطان کے غلبہ سے بچے ہوئے ہیں۔ برخلاف مبتدیوں اور متوسلوں کے۔ پس ان کے واقعات اعتماد کے لائق نہیں ہیں۔ اور نہ ہی دشمن کے مکر سے محفوظ ہیں۔

سوال - وہ واقعہ جس میں حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھین وہ صادق ہے اور شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ ہے؟  
وَأَنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَمْتَلِكُ صُورَتَهُ  
کیونکہ شیطان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت سے متشکل نہیں ہو سکتا۔ جیسے کہ احادیث میں آتا ہے۔

پس یہ واقعات جن کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ صادق اور شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ ہیں؟  
جواب - صاحب فتوحات کیونکہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صورت خاصہ کے ساتھ جو مدیہ منورہ میں مدفون ہے۔ متشکل نہیں ہو سکتا۔ اس خاص صورت کے سوا اور

سلطہ پناہ نبوی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لا یتمثل فی صورہا۔ (بخاری و مسلم شریف)۔ یعنی جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو مجھے شک اس نے مجھے ہی دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری صورت میں متشکل نہیں ہو سکتا۔ یعنی شیطان کو یہ طاقت نہیں کہ خواب میں کسی کے پاس اگر یہ کہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں اور حضور کی طرف اس محدث کی نسبت کرے۔



جس صورت میں کہ حضور کو دیکھیں متشکل ہو سکتا ہے۔ اور ان تمام صورتوں میں متشکل نہ ہونے کا حکم تجویز نہیں کرتا۔ اور کچھ شک نہیں کہ اس صورت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تشخیص خصوصاً مناسبات میں بہت مشکل ہے۔ پھر کس طرح اعتماد کے لائق ہو۔ اور اگر شیطان کے متشکل نہ ہونے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت مخصوصہ کے ساتھ مخصوص کریں اور ہر صورت میں کہ دیکھیں عدم تشکل کو تجویز نہ کریں۔ جیسے کہ بہت سے علماء اس طرف گئے ہیں۔ تو یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بندی شان کے نامناسب ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس صورت سے احکام کا اخذ کرنا اور مرضی کا معلوم کرنا مشکل ہے۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ دشمن عین درمیان آگیا ہو۔ اور خلافت واقعہ کو واقع کی صورت میں ظاہر کیا ہو۔ اور دیکھنے والے کو شک و شبہ میں ڈال دیا ہو۔ اور اپنی عبارت و اشارت کو اس صورت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی عبارت و اشارت کر دکھایا ہو۔

چنانچہ مروی ہے کہ ایک دن حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اور قریش کے سردار اور کفار کے رئیس بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ اور بہت سے اصحاب کرام بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شروع فحیم پر ضمنی شروع کی جب ان کے باطل خداؤں کا ذکر آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا کلام سمجھا۔ اور اس میں کچھ تیز نہ کر سکے۔ تو کافروں نے جو وہاں موجود تھے شور مچایا۔ اور کہنے لگے کہ عہد دصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے ساتھ صلح کر لی ہے۔ اور ہمارے جوتوں کی تعریف کی ہے۔ حاضرین اہل اسلام بھی اس کلام سے متحیر ہو گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شیطان لعین کے کلام سے اطلاع نہ ہوئی۔ فرمایا کہ یہ کیا واقعہ ہے۔ اصحاب کرام نے عرض کی کہ اٹھائے کلام میں اس قسم کے فقرے حضور علیہ السلام کی زبان سے نکلتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت متفکر اور غم ناک ہوئے۔ اسی اثنا میں جبریل امین علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوئے اور وحی لائے۔ یہ واقعہ سیرت کی تمام کتابوں اور تفاسیر میں موجود ہے۔ علمائے اس کی توجیہ میں بہت کچھ لکھا ہے لیکن ان اقوال میں سے زیادہ بہتر اور احسن وہ قول ہے جسے حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مقام میں لکھا ہے کہ شیطان لعین نے آپ عیسیٰ آواز بنا کر اور ان کلام اپنی طرف سے چند کلمات کہہ دیئے نہ اس طرح کہ حضور کی زبان مبارک سے اس نے اپنے کلمات نکلائے۔ کیونکہ شیطان لعین اس طرح کے الفاظ بہت زیادہ نہیں۔

کہ وہ کلام القاضی شیطانی تھا۔ اور کوئی نبی اور نہ رسول ایسا نہیں گذرا ہے۔ جس کے کلام میں شیطان نے اتفاق کیا ہو۔ پس ازاں اللہ تعالیٰ نے اس کو رد کیا ہے۔ اور اپنے کلام کو حکم کیا ہے۔

پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بیداری کے وقت صحابہ کی مجلس میں شیطان یمن نے اپنے کلام باطل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں القا کر دیا۔ اور کسی نے قیصر کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد خواب کی حالت میں جو جو اس کے مقلد بے کار ہوئے کا محل اور تنگ و تنگی کا مقام ہے باوجود بچھنے والے کی تمنائی کے کہاں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ شیطان کے تصرف اور مکر و فریب سے محفوظ اور مامون ہے۔ یا میں کہتا ہوں کہ تنبیہ قصیدوں کے پڑھنے اور سننے والوں کے ذہن میں متلبن ہو چکا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عمل سے راضی ہیں۔ جیسے کہ ممدوح اپنی مدح کرنے والوں سے راضی ہوتے ہیں۔ اور یہ معنی ان کی قوت تخیل میں منتقل ہو گئے ہوں۔ تو ہو سکتا ہے کہ واقعہ میں اسی اپنی تخیل صورت کو دیکھا ہو۔ بغیر اس بات کے کہ وہ واقعہ حقیقی ہو یا متل شیطان۔ اور نیز واقعات اور روایات صادرہ کبھی ظاہر پر محمول ہوتے ہیں۔ اور ان کی حقیقت وہی ہے جو دیکھنے والے نے دیکھی ہے۔ مثلاً نیک کی صورت کو خواب میں دیکھا ہے اور مراد اس سے عمر و کھل ہے۔ اصل مناسبت کے لحاظ سے جو زید و عمر و کے درمیان ہے۔

تو اس طرح معلوم ہو سکے کہ دوستوں کے یہ واقعات ظاہر پر محمول ہیں۔ اور ظاہر سے محض اور پھر سے ہونے نہیں ہیں۔ کیوں نہیں ہو سکتا کہ ان واقعات سے مردان کی تعبیریں ہوں۔ اور وہ واقعات دوسرے امور سے کنایہ ہوں۔ بغیر اس بات کے کہ شیطان متل کی گنجائش ہو۔ غرض واقعات کا کچھ اعتبار نہ کرنا چاہیے۔ اشیاء خارج میں بہت موجود ہیں۔ کوشش کرنی چاہیے کہ اشیاء کو بیداری میں دیکھیں جو اعتبار کے لائق ہے۔ اور اس میں تعبیر کی بھی گنجائش نہیں۔ جو کچھ خواب و خیال میں دیکھا جائے خواب و خیال ہی ہے۔ وہاں کے دوست و دشمن اپنی ہی روش و طرز پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اختیار کی باگ ان کے ہاتھ میں ہے۔ پس میر محمد نعمان کا کیا چارہ ہے کہ منع کے بعد ایک لکھ بھی توقف کرے۔ اور اگر بالفرض توقف کرے تو اس کو کون بخشے گا۔

اس منع کرنے میں فقیر کا مبالغہ اپنی طریقت کی مخالفت کے باعث ہے۔ طریقت کی مخالفت خواہ سماع و رقص سے ہو۔ خواہ مولود اور شعر خوانی سے ہر طریق کے لیے ایک مطلب صریح



وصول ہوتا ہے۔ اور اس طریق میں خاص مطلب تک وصول کا حاصل ہونا ان امور کے ترک کرنے کے سبب سے ہے۔ جس شخص کو یہ طلب ہو کہ اس طریق کے مطالبات میں ہٹ چنچ جائے اس کو چاہیے کہ اس طریق کی مخالفت سے بچے۔ اور دوسرے طریقوں کے مطالب کو منظور نہ رکھے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ :

”میں نہ یہ کام کرتا ہوں اور نہ ہی انکار کرتا ہوں“

یعنی یہ کام ہمارے خاص طریق کے منافی ہے۔ اس لیے نہیں کرتا۔ اور چونکہ اس کام کو دوسرے مشائخ کرتے ہیں اس لیے انکار بھی نہیں کرتا :

لَا يَكُلُّ وَجْهَهُ هُوَ مَعْلِيَّهَا۔ ہر ایک کے واسطے ایک ایک ذمہ داری ہے جس کی

طرف وہ اپنا منہ کرنے والا ہے۔

فیروز آباد جرم فقرا کا ماویٰ اور ہم پیروں اور متقدموں کا جائے پناہ ہے۔ جب اس میں کوئی ایسا امر حادث ہو جائے جو اس طریقہ علیہ کے مخالفت ہو۔ تو پھر ہم فقرا کیونکر مضطرب و بے قرار نہ ہوں حضرت مخدوم زاویہ اپنے والد بزرگوار کے طریق کو محفوظ رکھنے کے زیادہ مستحق اور حق دار ہیں۔

حضرت خواجہ احمد اقدس سرہ کے فرزندوں نے اپنے والد بزرگوار کے تغیر کے بعد ان کے اصل طریق کی مخالفت کی اور تغیر کرتے والوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا کیا چنانچہ آپ کے مبارک کانون میں بھی پہنچا ہو گا۔

نیز آپ نے ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ کے مشرب قوی العذب کی نسبت لکھا تھا اِن اَوَّلِ بَعْضِ اُمُورِ مِذْهَبِ اِمْلَاقِی رِیَایَتِ کَرِّ مَسْأَلِہِ اَوْرِ سِتِّی کِیَا کَرْتِے تھئے۔ اور طاعت کو ترجیح دے کر بعض اشیاء میں ترک عزیمت کیا کرتے تھے۔ لیکن آخر میں ان امور سے پرہیز کی اور پھر طاعت و ملائیمہ کو کبھی یاد نہ کیا۔ آپ نظر انصاف سے کام لیں۔ اگر بالفرض حضرت ایشاں قدس سرہ اس وقت دنیا میں زندہ ہوتے اور یہ مجلس واجتماع ان کی موجودگی میں منعقد ہوتا۔ تو حضرت قدس سرہ اس امر سے راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند کرتے یا نہ۔ فقیر کا یقین ہے کہ حضرت قدس سرہ ہرگز اس امر کو پسند نہ کرتے، بلکہ انکار کرتے۔ فقیر کا مقصد آپ کو بتا دینا (معاذ اللہ صغیر سابقہ) کہ ایک دوسرے مقام پر حضرت امام ربانی قدس سرہ نے تصریح فرمائی ہے کہ مولود خوانی اس صورت میں منع ہے جبکہ اس میں کوئی خلاف شرع چیز پائی جائے۔ نا فہم و لائکن من المذہب۔

آپ قبول کریں یا نہ کریں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اور نہ آپ سے کوئی مشاجرہ اور لڑائی جھگڑے کی گنجائش ہے۔ اگر مخدوم زاد سے اور وہاں کے یار اپنی اسی وضع پر استقامت رکھیں اور اپنی حالت کو نہ بدلیں تو ہم فقیروں کو ان کی صحبت سے سوائے بالورسی کے اور کچھ چارہ نہیں ہے اس سے زیادہ کیا تکلیف دی جائے۔ وَالسَّلَامَةُ اَدْوَدًا وَخَوًا۔

## مکتوب نمبر ۲۷۴

شیخ نیرسف برکی کی طرف صادر فرمایا :

بند ہمت بنے کی ترغیب اور شہودات سفلی کی طرف جو کثرت کے آئینوں سے تعلق رکھتے

ہیں، التفات نہ کرنے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں :

حمد و صلوة اور تبلیغ و دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کے تینوں خط جو آپ نے ارسال کیے تھے، پہنچے۔ اور احوال و کرامات کے واقعات جو ان میں درج تھے، سب واضح ہوئے۔ وہ حال جو (شہود و عدت و رکثرت) کے حال کے بعد لکھا ہے اور اس عبارت میں ادا کیا ہے کہ دیگر انتہا یہ ہے کہ اقول حال کی طرح شہود اور غم ہونا کم کرتا ہے یعنی میں بندہ ہوں اور مخلوق ہوں اور مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوں۔ یہ حال اصل ہے اور مذکورہ احوال سے بڑھ کر ہے لیکن انتہا اور چیز ہے اور نہایت اس سے کئی منزلیں گذر رہے ہیں۔

ہنوز ایوان استغناء بلند است

مرا فکر رسیدن ناپسند است

کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ کے تکرار سے جو فقیر نے اس سے پہلے مکتوب میں آپ کی طرف لکھا تھا یہی مقصود تھا کہ اُس شہود کی نفی ہو جائے جو کثرت کے ساتھ تعلق رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اس کلمہ کی برکت سے یہ شہود آپ سے زائل ہو گیا۔ آپ ہمت کو بلند رکھیں۔ اور اس راہ کی جو رموز پر کفایت نہ کریں :

اِنَّ اللہَ یُبْحَثُ اَنْ یَّجِیْبَ مَعَالِیْ اَلْہِمَّ

اللہ تعالیٰ بندہ ہمت کو دوست رکھتا ہے۔

اور توجہ کے تنگ کو چپ سے کل کر شاہراہ پر آجائیں اگر آپ پہلے احوال کا تذکرہ نہ کریں اور کثرت

سلہ ابھی بے نیازی کا محل بہت بندی پر ہے۔ اور مجھ وہاں پہنچنا ناپسند بھی ہے۔



آمین شہود کی لذتوں کو یاد نہ کریں اور عمر بھر کی استقامت کے ساتھ اس راہ میں کوشش فرمادیں۔ تو کس قدر بڑی نعمت ہے۔ کیونکہ بہت سے دوستیوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ انہوں نے اپنے فعل کی برائی پر اظہار پاکر پرست پنا چھوڑ دیا۔ اتفاقاً پھر مدت کے بعد جب کبھی پرست پینے کا حال اور اس کی لذت یاد آئی پھر اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ آئے۔

میرے مخدوم! وہ شہود جو کثرت کے آئینوں سے تعلق رکھتا ہے لذت بخش ہے اور شہود تنزیہی جو جہالت و نادانی کی طرف میلان رکھتا ہے، اس التذاذ یعنی لذت بخشی سے بعید ہے۔ شیخ نقیہ کی مدد کے بغیر اس راہ پر چلنا مشکل ہے۔

براہ عزیز مولانا احمد برکی جس کو عام لوگ علما ظاہر سے جانتے ہیں۔ اور وہ بھی اپنے احوال اور اپنے دوستوں کے احوال کی خبر نہیں رکھتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا باطن شہود تنزیہی کی طرف متوجہ ہے جو جہل و نادانی کا مقام ہے۔ اور اس کا ایمان علما کی طرح ایمان بغیب ہے اس کے باطن نے جہد فطرتی کے باعث کثرت آمین شہود کی طرف التفات نہیں کی۔ اور بظاہر تربات صوفیہ کے ساتھ فریفتہ اور مغرور نہیں ہوا۔ اس کا وجود مبارک ان اطراف میں نیہمت ہے۔ یہ حالت جس کی آپ نے خبر دی ہے۔ مولانا مذکور مدت سے اس حالت کے ساتھ متحقق ہیں۔ لیکن اس کا علم کوئی نہیں جانتا۔ فقیر کے نزدیک اس جگہ کا مدار مولانا کے وجود پر ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان اطراف کے صاحبان کشف پر کس طرح مخفی رہا ہے۔ حالانکہ فقیر کے نزدیک مولانا کا وجود آفتاب کی طرح ظاہر و باہر ہے۔ زیادہ کیا تکلیف دی جائے۔ فقط دعا دعا ساتھ کی التماس ہے۔ والسلام

## مکتوب نمبر ۲۷۵

علامہ احمد برکی کی طرف صادر فرمایا:

ایک استفسار کے جواب میں جوابی قبولیت کے بارہ میں کیا تھا۔ اور اپنے دوستوں میں سے ایک دوست کے احوال میں۔ اور علوم شریعیہ کی تعلیم اور احکام فقہیہ کے پھیلانے پر ترغیب دینے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد (یہ فقیر) عرض کرتا ہے کہ آپ کے دونوں مبارک

نواز شمس نامے جو شیخ حسن وغیرہ کے ہمراہ ارسال کیے تھے، پہنچے۔ بہت خوشی حاصل ہوئی۔ ایک خط میں خواجہ اولیس رحمۃ اللہ علیہ کے حالات لکھے تھے۔ اور دوسرے خط میں اپنی قبولیت کی نسبت استغفار فرمایا تھا۔ اسی اثنا میں آپ کے حال پر تو جبرکی دیکھا کہ اس گرد و فواج کے لوگ آپ کی طرف دوڑتے آئے ہیں۔ اور آپ کی طرف التجا کرتے ہیں معلوم ہوا کہ آپ کو اس زمین کا مدار بنایا گیا ہے۔ اور ان حدود و اطراف کے لوگوں کو آپ کے ساتھ وابستہ کیا ہے :

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ عَلَيَا ذِيكَ

اس معاملہ کے غور کرو واقعات سے نہ خیال کریں۔ کیونکہ واقعات میں شک و شبہ کا گمان ہوتا ہے بلکہ مشاہدات اور محسوسات سے جانیں۔

اس دولت کے حاصل کرنے کے لیے آپ کے لیے عمدہ ذریعہ یہ ہے کہ آپ اُس محبت و اخلاص کے ساتھ جواںِ قتال نہال نے آپ کو اپنے دوستوں کے بارے میں محض اپنی عنایت سے عطا فرمائی ہے۔ ایسے مقامات میں جہاں کفر متمکن ہو اور بدعتیں جاری ہوں، علم شرعیہ کی تعلیم دیں اور احکامِ فقیہہ کو پھیلائیں :

تَعْلِيْمُ الْعِلْمِ الدِّيْنِيِّ

وَنَشْرُ الْحُكْمَ الشَّرْعِيَّةَ مَا اسْتَطَعْتُمْ

وَأَتَاهَا بِلَاةِ الْاَرْضِ وَمَا كَانَ اِلَّا رِزْقًا

وَمَدَارُ الْحَاجَاتِ

اور نجات کا مدار ہے۔

اپنی کمر مت کو مضبوط بنا دھ کر علما کے گروہ میں داخل رہیں۔ اور امر معروف اور نہی منکر کے خلق کو حق تعالیٰ کے راستہ کی طرف راہنمائی کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

إِنَّا هَدَيْنَاكَ سُبُلَ الْاَمْرِ وَنُذِرُكَ سُبُلَ النَّارِ

اِنَّآ نَهَدِيْكَ اِلَى رِيْضٍ سَيِّدٍ

فَاذْكُرْ مَلِيًّا

فکر مکی بھی کر جس کے ساتھ آپ مجاز ہیں، احکامِ شرعیہ کے بجالانے میں مدد دینے والا اور نفسِ امارہ کی سرکشی کو دُور کرنے والا ہے۔ اس طریق کو بھی جاری رکھیں۔ اور اپنے دوستوں کے احوال سے اطلاع نہ پانے پر آرزو نہ ہوں۔ اور اس امر کو اپنی بے حاصلی کی دلیل نہ جانیں۔ ان طریقہ کے احوال آپ کے کمالات کی آئینہ داری میں کافی ہیں۔ یہ بھی آپ ہی کے احوال ہیں جو بطریقِ انکسار ان میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ شیخ حسن آپ کے ارکانِ دولت میں سے ہے۔ اور آپ کے معاملہ کا



مہمدمعاہدین ہے۔ اور اگر بالفرض آپ کو ماوراء النہر یا ہندوستان کی سیر کی خواہش پیدا ہو جائے۔ تو وہاں آپ کا قائم مقام شیخ حسن ہے۔ اس کے حق میں اپنی التفات و توجہ کو بخوبی مد نظر رکھیں۔ اہل بہت کو شش فرمائیں۔ تاکہ ضروری علوم و دینی کی تحصیل سے جلدی فادرغ ہو جائے۔ ہندوستان کی یہ سیر آپ کے حق میں بھی نفیست ہے اور اُس کے حق میں بھی :

اللّٰهُ تَعَالٰی ہم کو اور آپ کو ملت اسلام پر استقامت عطا فرمائے۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس دوست کے لیے چھ مہینے ہونے ہیں کہ ترقی واقع ہوئی ہے جو کچھ اس کو طبیعت اور بے شعوری کی حالت اور ادوار طبقات سے حاصل ہوتا تھا۔ اب وہ حالت مہداری میں دیکھتا ہے۔

میرے محض دم! یہ عید ترقی پر کچھ دلالت نہیں کرتی خواہ شعور میں دیکھیں یا بے شعوری میں کیونکہ قدمِ اول اس راہ میں یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے بغیر کچھ نہ دیکھیں اور اندیشہ میں ماسوائے اللہ کا خیال نہ رہے۔ نہ اس معنی سے کہ مشیا کو حق تعالیٰ کا بغیر نہ دیکھے اور ماسوائی کے عنوان پر نہ جائے۔ کیونکہ یہ بات بجائے خود کثرتِ معنی ہے۔ بلکہ حق تعالیٰ کے بغیر کو ہرگز نہ دیکھے اور نہ جانے اس حالت کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اس راہ کی منازل میں سے یہ پہلی منزل ہے و بعد ازہا تحوطُ

اَلْقَتَاد - (دور سے فائدہ تکلیف ہے)۔

وہ مکتوب جوان دنوں میں لکھے گئے ہیں۔ بہت نادر الوجود ہیں۔ اور بہت عجیب و غریب فائدہ اُن میں درج ہیں۔ ان کی نقل شیخ حسن لے گئے ہیں۔ ان کو اچھی طرح ملاحظہ فرمائیں۔

آپ نے اپنی والدہ مرحومہ کی مغفرت کے لیے دعا کی التماس کی تھی، وہ التماس آپ کی قبول ہو گئی ہے۔ ان اطراف کے باقی احوال کو شیخ حسن مفصل طور پر بیان کر دیں گے۔

وَاللَّسَّامُ عَلَىٰ مِثْلِ آيَةِ الْهُدَىٰ وَالْمُزَمُّ مَجَامِعَةُ  
الْمُصْطَفَىٰ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ مِنَ الْعَمَلَوَاتِ  
أَفْضَلُهَا وَمِنَ النَّجَاتِ أَكْمَلُهَا -

اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی  
راہ پر چلا اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی شایعت کو لازم کر لے۔

فقیروں اور فقیروں کے لیے دعا کی التماس کرتے ہیں۔ والسلام

## مکتوب نمبر ۲۷۶

شیخ مدیح الدین کفرات صادر فرمایا :

قرآن مجید کی آیات محکمات اور تشابہات کے بیان اور علمائے راہنمون اور اہل کمال کے کلمات احواس کے بیان میں ۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْقُلُوبِ  
وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ عَلَيْهِ  
وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ  
اجْمَعِينَ بَعَلْنَا اللَّهَ نَبْهَاتًا وَإِنَّا كُنَّا  
مِنَ الْمُرْسَلِينَ فِي الْوَحِيدِ

سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام  
جہانوں کا پالنے والا ہے ۔ اور حضرت سید المرسلین  
اور ان کی تمام اول و اصحاب پر جو طیب و طاہر و  
پاک و معصوم ہیں صلوة و سلام ہو ۔ اللہ تعالیٰ  
ہم کو اور آپ کو راہنمون فی السبیل میں سے بنا دے

اسے براور بحق تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید کی آیات کو دو قسم پر فرمایا ہے ۔ ایک محکمات  
دوسری تشابہات ۔

قسم اول علم شرائع اور احکام کا منشا اور مبدا ہے ۔ اور قسم ثانی حقائق اور اسرار کے علم  
کا مخزن ہے ۔ اور (اللہ کے لیے) وجہ و چہرہ) اور قدم اور ساق (پنڈلی) اور اصاب (انگلیاں)  
اور انال (پورے) جو قرآن و حدیث میں آئے ہیں ۔ سب تشابہات میں سے ہیں ۔ اور ایسے  
حروف بھی مقطعات جو قرآنی سورتوں کے اول میں واقع ہوئے ہیں ، سب تشابہات میں سے ہیں  
جس کی تاویل پر علمائے راہنمون کے سوا اور کسی کو اطلاع نہیں دی گئی ۔ یہ خیال نہ کریں کہ تاویل ہر وقت  
سے ہے جس کی تعبیر یہ سے کی ہے یا مراد ذات سے ہے جس کو وجہ سے تعبیر کیا ہے ۔ بلکہ ان  
کی تاویل ان پر مشیدہ اسرار سے ہے جو ان خصوص و خواص پر ظاہر کیے گئے ہیں ۔

یہ فقیر قرآن مجید کے حروف مقطعات کی نسبت کیا لکھے ۔ کیونکہ ان حروف میں سے ہر ایک  
حرف عاشق و معشوق کے پر مشیدہ اسرار کا ایک بھر تواج ہے ۔ اور محب و محبوب کے دقیق اور  
باریک امور کی ایک پر مشیدہ رمز ہے ۔ اور محکمات اگرچہ کتاب کی اہمات یعنی اصل ہیں لیکن ان  
کے نتائج اور ثمرات جو تشابہات ہیں کتاب کے اصل مقاصد میں سے ہیں اہمات نتائج کے حاصل  
ہونے کے لیے وسائل سے زیادہ نہیں ۔ پس کتاب کا کتب یعنی مغز تشابہات ہیں ۔ اور محکمات اُس



کا قشر یعنی پوست۔ وہ متشابہات ہی ہیں جو رموز و اشارہ کے ساتھ اصل بیان ظاہر کرتی ہیں۔ اور اس مرتبہ کی حقیقت معاد کا نشان بتلاتی ہیں، بر خلاف محکمات کے۔ متشابہات گویا حقائق ہیں۔ اور محکمات متشابہات کی نسبت ان حقائق کی صورتیں ہیں۔ عالمِ باطن وہ شخص ہے۔ جو لبِ یعنی مغز کو قشر یعنی پوست کے ساتھ جمع کر سکے اور حقیقت کو صورت کے ساتھ ملا سکے۔

علمائے قشر یہ قشر کے ساتھ خوشش ہیں اور صرف محکمات پر ہی کفایت کیے ہوئے ہیں اور علمائے باطن محکمات کے علم کو حاصل کر کے متشابہات کی تاویل سے بھی حظ وافر حاصل کر لیتے ہیں۔ اور صورت و حقیقت کو جو محکم و متشابہ ہیں، جمع کر لیتے ہیں۔ لیکن وہ شخص جو محکمات کے علم اور ان کے موافق علم کے بغیر متشابہات کی تاویل و صورت سے اور صورت کو چھوڑ کر حقیقت کی طرف دوڑے، جاہل ہے جس کو اپنی جہالت کی بھی خبر نہیں ہے۔ اور گمراہ ہے اور اس کو اپنی بھی خبر نہیں۔ وہ نہیں جانتا کہ یہ جہاں صورت اور حقیقت سے مرکب ہے۔ اور جب تک یہ جہان قائم ہے۔ کوئی حقیقت صورت سے الگ نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا ظَنَنْتُمْ ۚ أَلَيْسَ لِلَّهِ الْخَبْرُ الْبَاطِنُ  
أَيُّ الْمَوْتِ كَمَا قَالِ الْمُكَفِّرُونَ

اپنے رب کی عبادت کر حتیٰ کہ تجھے یقین

یعنی موت آجائے جیسے کہ مفسرین نے

کہا ہے۔

(سورہ حجر۔ ۱۳)

اللہ تعالیٰ نے عبادت کو موت کے زمانہ تک منتہی کیا جو اس جہان کا منتہا ہے :

لَئِنْ مَنَّمَا نَعْتَدُ لَهُمْ مَا ظَنَنْتُمْ ۚ

جو شخص مر گیا اس کی قیامت آگئی۔

اور جہاں آخرت میں جو حقائق کا ظہور ہے وہاں حقائق سے صورتوں کا الگ ہونا حاصل ہے۔ پس اگر جہان کا حکم علیحدہ ہے۔ ایک کو دوسرے کے ساتھ سوائے اُس جاہل یا زندیق کے جس کا مقصد شرائع کا باطل کرنا ہے، غلط طعنیں کرتا۔ کیونکہ شریعت کا جو حکم مبتدی پر ہے وہی حکم منتہی پر ہے عام مومنین اور خاص خواص عارف اس امر میں مساوی اور برابر ہیں۔ اکثر کچے مقصود اور بے سرو سامان ملحد اس امر کے درپے ہیں کہ اپنی گردنوں کو شریعت کی اطاعت سے نکال لیں۔ اور احکام شریعہ کو عام کے ساتھ ہی مخصوص رکھیں۔ یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ خواص صرف معرفت ہی کے ساتھ مکلف ہیں۔ جیسے کہ اپنی جہالت کے باعث امیروں اور پادشاہوں کو عادل و انصاف کے سوا اور کسی چیز کے ساتھ مکلف نہیں جانتے۔ اور کہتے ہیں کہ شریعت کے احکام بجا لانے سے مقصود ہے کہ معرفت حاصل ہو جائے۔ اور جب معرفت حاصل ہو جائے تو پھر شرعی تکلیفات

ساقط ہو جاتی ہیں۔ اور اس اہمیت کو بطریق شہادت پیش کرتے ہیں :

وَعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَبْرُكَ  
الْيَقِينُ

اپنے رب کی عبادت کر حتیٰ کہ تجھے یقین حاصل ہو جائے۔

اور یقین کے معنی اللہ کرتے ہیں۔ جیسے کہ پہلے قسریٰ نے کہا ہے۔ یعنی عبادت کی انتہا خدا کی معرفت حاصل ہونے تک ہی ہے۔ بقا ہر جس شخص نے یقین کے معنی اللہ سبحانہ کے کیے ہیں۔ اس سے اس کی مراد یہ ہوگی کہ عبادت کی تکلیف کی انتہا حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جانے تک ہے نہ کہ نفس عبادت کی انتہا۔ کیونکہ یہ امر الحاد و زندقہ تک پہنچانے والا ہے۔ اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ عارفوں کی عبادت ریائی ہے۔ یعنی عارف اس واسطے عبادت کرتے ہیں کہ ان کے مقتدری اور متبعین ان کی اقتدا کریں۔ نہ یہ کہ عارف عبادت کے محتاج ہیں۔ اور اس قول کی تائید میں مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے کہ جب تک یہ منافق اور مرئی یعنی ریاکار نہ ہو۔ مرید اس سے نفع نہیں حاصل کر سکتے۔

خَدَّ لَفْهُ اللَّهُ مُبْحَانَهُ مَا  
الْبَهْلَاءُ

اللہ تعالیٰ ان کو خوار کرے یہ لوگ  
کیسے جاہل ہیں۔

عارفوں کو عبادت کی اس قدر حاجت ہے کہ اس کا دوسواں حصہ بھی مبتدیوں کو حاصل نہیں ہے کیونکہ ان کے عروج عبادت پر ہی وابستہ ہیں۔ اور ان کی ترقیاں شرائع اور احکام کے بجالانے پر منحصر ہیں عبادت کے ثمرے اور فائدے جن کی امید عوام کو کل قیامت کے دن ہے عارفوں کو وہ ثمرات آج ہی حاصل ہیں پس یہ عبادت کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور ان کو شریعت کی بہت زیادہ حاجت ہے۔

جاننا چاہیے کہ شریعت صورت اور حقیقت کے مجموعہ سے مراد ہے۔ صورت ظاہر شریعت ہے اور حقیقت باطن شریعت پس قشر و لب یعنی پوست و مغز دونوں شریعت کے اجزا ہیں۔ اور محکم و متشابہ دونوں اس کے افراد۔

علمائے ظاہر نے اس کے قشر (پھلکے) پر کفایت کی ہے اور علمائے راسخین نے اس کے

لب یعنی سبب بن عبد اللہ قسری۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ ان گروہ صوفیاء کے اکابر و افاضاء و معرفت کے علماء میں سے ہر نے ہیں۔ حضرت ذوالنون نسری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد و حضرت سید الداعی بن عبد اللہ قادری کے معاصر ہونے ہیں۔ شہرہ جبری ماہ الحرم الحرم میں آپ کا وصال ہوا آپ سے پوچھا گیا کہ بدیہی کی نشانی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا علم ہوا و ہوا



قشر کرب کے ساتھ جمع کیا ہوا ہے اور مجبور صورت و حقیقت سے خط وافر موصول کیا ہے۔ پس شریعت کو اس شخص کی طرح جو صورت و حقیقت سے مرکب ہے تصور کرنا چاہیے۔ ایک جماعت نے اس کی صورت کے ساتھ تعلق پیدا کر لیا اور اس کی حقیقت سے انکار کیا۔ اور ہدایہ و جزوقوی کے سوا اپنا پیر و مقتدی کسی کو نہ جانا۔ یہ لوگ علمائے قشر ہیں۔ اور دوسری جماعت کے لوگ اس کی حقیقت کے مقرر ہو گئے۔ لیکن اس حقیقت کو شریعت کی حقیقت نہ جانا۔ بلکہ شریعت کو صورت پر محدود رکھا اور قشر خیال کیا۔ اور اس کے سوائے کو تصور کیا۔ اور باوجود اس کے احکام شریعت کے بجا لانے سے سرمونہ چٹے اور صورت کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اور احکام شریعت میں سے کسی ایک حکم کے ترک کرنے والے کو بطلال اور ضال یعنی جھوٹا اور گمراہ سمجھا۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ کے اولیاء ہیں جنہوں نے حق تعالیٰ کی محبت میں اس کے اسمی سے قطع تعلق کیا ہے۔

ایک اور گروہ کے لوگ ہیں جو شریعت کو صورت اور حقیقت سے مرکب جانتے ہیں۔ اور قشر و لب کے مجموعہ پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک شریعت کی صورت کا حاصل ہونا اس کی حقیقت کے حاصل ہونے کے بغیر اعتبار سے ناقص ہے۔ اور اس کی حقیقت کا حاصل ہونا صورت کی اثبات کے بغیر ناقص ہے۔ بلکہ صورت کے حاصل ہونے کو جو حقیقت کے ثبوت کے بغیر ہوا اس کو بھی اسلام ہی سے جانتے ہیں اور نجات بخش تصور کرتے ہیں۔ جیسے علمائے ظاہر اور عام مؤمنین کا حال ہے۔ اور صورت کے بغیر حقیقت کا حاصل ہونا محال تصور کرتے ہیں اور اس کے قائل کو زندیق اور گمراہ کہتے ہیں۔

غرض تمام ظاہری و باطنی کمالات ان بزرگواروں کے نزدیک کمالات شرعیہ میں منحصر ہیں۔ اور علوم و معارف النبیہ ان عقاید کلامیہ سے وابستہ ہیں جو اہل سنت و جماعت کے لیے ثابت ہو چکے ہیں۔ ہزار ہا مشہور اور مشاہدات کو حق تعالیٰ کی بے چوٹی اور بے چگونگی کے ایک مسئلہ کے (جو مسائل کلامیہ میں سے ہے) برابر نہیں جانتے۔ اور ان اعمال و مواجید اور تعلیمات و ظہورات کو جو احکام شرعیہ کے کسی حکم کے خلاف ظاہر ہوں جو کے برابر نہیں خریدتے اور ایسے غلو کو اس قدر راجح خیال کرتے ہیں:

۱۔ ہدایہ فقہ حنفی کی مشہور مستند کتاب ہے شیخ الاسلام برہان الدین علی بن ابی بکر رضانقی المتوفی ۸۵۰ھ کی تصنیف ۲۔ علم اسرار فقہ میں غفر الاسلام علی بن محمد بنوری رضانقی المتوفی ۸۲۰ھ کی تصنیف ہے۔ کشف الظنون۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ  
قَهْلًا لَهُمْ اُنْتَصِرَا  
یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی  
ہے۔ پس تم بھی ان کی ہدایت پر چل۔

یہ لوگ علما سے راسخین ہیں جن کی حقیقت معاملہ پر اطلاع دی گئی ہے اور آداب شریعت کو مد نظر رکھنے کی برکت سے ان کو شریعت کی حقیقت تک پہنچا دیا گیا ہے۔ بر خلاف فرقہ ثانیہ کے کہ اگرچہ وہ بھی حقیقت کی طرف منوجہ اور اس کے ساتھ گزرقادیں۔ اور حتی المقدور شریعت کے بجالاتے ہیں بہرہ تجاوز نہیں کرتے۔ لیکن چونکہ انہوں نے حقیقت کو شریعت کے سامنا جانا ہے اور شریعت کو اس حقیقت کا پرست تصور کیا ہے۔ اس لیے اس حقیقت کے ظلال میں سے کسی غلطی میں رہ گئے ہیں اور اس حقیقت کے اصل معاملہ تک پہنچنے کی راہ نہیں پائی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ولایت غلطی ہے اور ان کا قرب صفاتی۔ بر خلاف علما سے راسخین کی ولایت کے کہ اصل ہے اور انہوں نے اصل تک پہنچنے کا راستہ پایا ہے۔ اور ظلال کے تمام مہابات اور پردوں سے گزر گئے ہیں۔ پس ان کی ولایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ہے اور ان اولیاء کی ولایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کا قائل ہے۔

ابتداء میں فقیر یہ سمجھتا تھا کہ علما سے راسخین کو مشابہات کے ساتھ ایمان لانے کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہے۔ اور ان تاویل کی جو علما سے صرفیہ نے بیان کی ہیں مشابہات کی شان کے لائق نہ سمجھتا تھا۔ اور ان تاویل کو ان اسرار سے جو چھپانے کے قابل ہوں، تصور نہ کرتا تھا۔ جیسے کہ عین الفتاۃ نے بعض مشابہات کی تاویل میں کہا ہے۔

مثلاً الف، لام، میم سے آئمہ مراد لی ہے جس کے معنی درو کے ہیں جو عشق و محبت کو لا ترا ہے وغیرہ وغیرہ۔

آخر کار جب حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مشابہات کی تاویلات کا تصور سامع اس فقیر پر ظاہر کیا۔ اور اس مسکین کی استعداد کی زمین میں اس دہیائے محیط سے ایک چھوٹی سی سرچلاوی تو معلوم ہوا کہ علما سے راسخین کو بھی مشابہات کی تاویلات کا بہت سا حصہ ملے سورہ انعام پارہ ۱۰۔

۱۰ یعنی میں الفتاۃ بعدانی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کی کینت اور نام ابراہیم خاں جلالہ بن محمد الیہا بھی ہے میں الفتاۃ لقب ہے۔ آپ شیخ محمد بن حمیرہ اور احمد غزالی قدس سرہما کے صحبت یافتہ تھے۔ صوفی اور معتزلی کمالات و فضائل کے جامع تھے۔



حاصل ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیْ لَوْلَا اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ  
لَقَدْ جَاۤءَتْ رُسُلٌ مِّنْۢ بَنِیۡنَا بِالْحَقِّ۔  
اللہ تعالیٰ ہی کے لیے حمد ہے جس نے ہم کو اس  
کی ہدایت دی۔ اور اگر وہ ہدایت نہ دیتا تو ہم  
کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بے شک ہمارے رب  
کے رسول حق بات لاتے ہیں۔

واقعات مذکورہ کی تعبیر جو آپ نے طلب فرمائی تھی اس کو حضور اور ملاقات پر منحصر رکھا گیا  
اسی واسطے ان کی نسبت کچھ نہیں لکھا۔ کیا پایا جائے قلم اور ہی معارف کی طرف جاری ہو گیا اور  
یہی معاملہ پیش آگیا۔ امید ہے کہ معاف فرمائیں گے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَعَلَیۡ سَابِقِیْنَ  
مِّنۡ اَتَمَّ اِلَہٰدِیۡ وَالْاِزْمَ مَنَابِعَہُ  
الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلَیۡ اٰلِہٖٖ وَآلِہٖٖ  
الصَّلٰوٰتُ وَالسَّلَامٰتُ اَعْلٰی۔  
اور سلام ہو آپ پر اودان لوگوں پر جو ہدایت  
کی راہ پر چلے۔ اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ  
وعلی آلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب نمبر ۲۷۷

علم الیقین اور عین الیقین کے بیان میں صلاح عبدالحی کی طرف  
صادر فرمایا۔

اور یہ علوم ان علوم سابقہ میں سے ہیں جو آپ نے توسط حال میں تحریر کیے تھے۔ اس معرفت  
میں نہایت شہر و شہور واقعی ہے۔ اور وہ معارف جو اخیر میں لکھے ہیں ان میں انفس کو شہر و آفاق  
کی طرح لا حاصل سمجھ کر انفس و آفاق شہر و کے ماسوائی اور شہر و کو ثابت کیا ہے۔ بلکہ انفس شہر و کو حصول  
کا دروازہ جان کر امن کے علاوہ اور علوم و معارف لکھے ہیں جیسے کہ آپ کی کتابوں اور رسالوں سے  
یہ بات ظاہر ہے۔

بہاں اَرْشَدَكَ اللّٰهُ تَعَالٰی! (غدا تجھے ہدایت دے) جان لے کہ حق تعالیٰ سبحانہ کی ذات  
میں علم الیقین ان آیات و نشانات کے شہر و سے مراد ہے جو حق تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں اور  
ان آیات کے شہر و کو سیر آفاق کہتے ہیں۔ لیکن آفاق شہر و اور حضور میرا انفس کے سوائے منظور نہیں۔ اور

وہ سالک کے اپنے نفس میں ہوتا ہے۔

ذہبہ گر بس نیک و بس بد و دو

گرچہ عمر سے تنگ زندہ و مرود و دو

اور جو کچھ اپنے باہر میں مشاہدہ کرتا ہے سب حق تعالیٰ کی ذات پر دلائل و آثار کے مشاہدہ کی قسم سے ہے نہ کہ حق تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ۔

قلب المحققین سید العارفين ناصر الدین خواجہ عبید اللہ قدس سرہ الاقدس نے فرمایا ہے کہ سیر و قدم پر ہے۔ ایک سیر تخیل۔ دوسری سیر مستبصر۔

سیر تخیل بعد و بعد ہے اور سیر مستبصر قرب و قرب

سیر تخیل یہ ہے کہ اپنا مقصود اپنے دائرہ کے باہر تلاش کیا جائے۔ اور سیر مستبصر یہ ہے کہ اپنے دل کے گرد پھریں اور اپنا مقصود اپنے ہی میں تلاش کریں۔

پس وہ تعلیمات جو حقیقی یا مثالی صورتوں میں اور انوار کے پردہ میں ہوں، خواہ کوئی صورت ہو اور خواہ کوئی نور ظاہر ہو۔ وہ نور خواہ رنگین ہو یا بیرنگ۔ اور متناہی ہو یا غیر متناہی اور کائنات کو محیط ہو یا نہ ہو، سب علم الیقین میں داخل ہیں۔

حضرت مخدومی مولوی عبدالرحمن جامی قدس سرہ السامی لمعات میں اس طرح فرماتے ہیں

اے دوست ترا بہر مکان می جستم

ہر دم خبرت ز این و آن می جستم

اس مضمون میں بھی مشاہدہ آفاقی کی طرف اشارہ ہے، جو علم الیقین کے لیے مفید ہے۔ اور یہ شہود چونکہ مقصود کی خبر نہیں دیتا، اور سوائے نشان و استدلال کے اس کا کچھ حضور نہیں بخشتا، اس لیے دھوئیں اور گرمی کے مشاہدہ کی طرح ہے جو آگ کی ذات پر دلالت کرتا ہے۔ پس یہ شہود علم کے دائرہ سے نہیں نکل سکتا۔ اور نہ ہی عین الیقین کے لیے کچھ مفید ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی سالک کا وجود اس سے فانی ہو سکتا ہے۔

عین الیقین حق تعالیٰ کے شہود سے مراد ہے، بعد اس کے کہ علم الیقین سے معلوم کر چکیں اور یہ شہود سالک کے فنا کو مستلزم ہے۔ اور اس شہود کے غلبہ میں اس کا تبیین بالکل گم ہو جاتا ہے۔

ملہ وہ آیت بھی جہاں بابر اگرچہ ساری عمر تنگ و دوکرتا رہا، اپنے دائرے ہی میں رہے گا۔

۱۵۔ اے دوست! میں نے تجھے ہر مکان میں تلاش کیا اور ہر این و آن سے تیرے معاملات کی جستجو کی۔



اور اس کے دیدہ شہود میں اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ اور اس شہود میں فانی و مستغرق یعنی مستغرق ہوتا ہے۔ یہ شہود اس طائفہ علیہ قدس مترجم کے نزدیک ادراک سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور معرفت بھی اس کو کہتے ہیں۔ اس ادراک میں خواص و عوام شریک ہیں۔ لیکن فرق یہ ہے کہ خواص کو خلق کا شہود و حق تعالیٰ کے شہود سے مانع نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کے دیدہ شہود میں حق جل شانہ کے سوا اور کچھ شہود نہیں ہوتا۔ اور عوام کو یہ شہود مانع ہے یہی باعث ہے کہ اس شہود سے غافل اور اس ادراک سے بے خبر رہتے ہیں۔ اور یہ عین الیقین علم الیقین کا حجاب ہے۔ جیسے کہ علم الیقین عین الیقین کا حجاب ہے۔ اس شہود کی تحقیق کے وقت سراسر حیرت و ناواہی ہے۔ علم کی اس میں ہرگز گنجائش نہیں ہے۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ علم الیقین عین الیقین کا حجاب ہے اور عین الیقین علم الیقین کا حجاب۔

اور نیز بعض نے فرمایا ہے کہ اس شخص کی علامت جس نے اللہ تعالیٰ کو جیسے کہ اس کے پہچانے کا حق ہے پہچان لیا یہ ہے کہ اس کے مترجم واقعت ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کا اس کو علم نہیں ہو سکتا۔ ایسا شخص اس معرفت میں کامل ہے جس کے سوا اور کوئی معرفت نہیں ہے۔ اور نیز بعض نے فرمایا ہے کہ مسج زیادہ اللہ تعالیٰ کا عارف وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ حیران و پریشان ہے۔

حق الیقین حق تعالیٰ کے شہود سے مراد ہے بعد اس کے کہ تعین دور ہو جائے اور تعین فانی اور ناہو ہو جائے۔ لیکن یہ شہود حق تعالیٰ سے حق تعالیٰ کی طرف ہے کیونکہ:

لَا يَحْصِلُ الْعَطَايَا إِلَّا بِالْعَطَا  
مُعْطَايَاً

بادشاہ کے عطا کرنے کے سوا اس کے اور کچھ مل سکتے ہیں۔

اور یہ شہود مقام بقا باللہ میں ہونی چاہیے اور یہ بھی مقام ہے حاصل ہوتا ہے۔ اور کبھی ساکب کو فنا سے مطلق کے ساتھ تحقق ہونے کے بعد جو ذات و صفات کی فنا ہے حق تعالیٰ محض اپنی غایت سے اپنے نزدیک سے ایک وجود عطا کرتا ہے۔ اور سکر حال اور بخودی سے صحر اور افاقہ یعنی ہر شے باری میں لے آتا ہے۔ اور اس وجود کو جو نور ہو بہو حق تعالیٰ میں خدا کا دیا ہوا وجود کہتے ہیں۔ اس مقام میں علم و عین ایک دوسرے کا حجاب نہیں ہوتے۔ عین میں علم کا شہود اور علم میں عین کا مشاہدہ ہوتا ہے جس کو عارف اس مقام میں عین حق کہتا ہے۔ نہ یہ کہ تعین کوئی کے ساتھ کیونکہ اس کے دیدہ شہود میں اس کا کوئی اثر نہیں رہتا۔ اور ان تجلیات و صورتوں سے کہ جن میں اپنے تعینات اور

مورد حق کو حق تعالیٰ معلوم کرتے ہیں۔ مراد وہ تعینات کریمہ میں جن کی طرف فائدہ راہ نہیں پایا۔ لَآئِنَّ  
أَحَدُهُمَا عَنِ الْآخَرِ (ان دونوں کے درمیان بہت فرق ہے) مَالِ الثَّوَابِ مَدِيَّتِ الْكَرَامَاتِ ۷۰  
چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اگرچہ ظاہر عبارت سے حرام کے نزدیک تجلی صوری (کہ جس میں اپنے آپ کو حق پاتے ہیں) اور حق الیقین  
کے درمیان (جہاں کہ اپنے سر کو حق پاتے ہیں) کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا لیکن تجلی صوری میں انا صورت  
پر پڑتا ہے اور حق الیقین میں حقیقت پر۔ اور نیز تجلی صوری میں حق کو اپنے آپ سے دیکھتے ہیں۔ اور اس  
مقام میں حق کو حق سے دیکھتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ حق کو اپنے آپ سے نہیں دیکھ سکتے۔ یہ حق الیقین  
ہی کامرتبہ ہے جہاں کہ شہود کی حقیقت متحقق ہے۔ اور بعض مشائخ زمانہ نے جب اس فرق پر اطلاع  
نہ پائی اور تعین کوئی کے سوا اس تعین کو نہ جاننا تو انہوں نے ان بزرگواروں پر جنہوں نے حق الیقین کی اس  
طرح پر تفسیر و تشریح کی ہے جیسے کہ مقرر و ثابت ہو چکی ہے زبان طعن فلاذکی۔ بدیں خیال کہ یہ تعین  
تجلی صوری میں جو سلوک کا اول قدم ہے حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس تعین کی انہوں نے حق الیقین کے  
ساتھ جو سلوک میں نہایت قدم ہے تفسیر و تشریح کی ہے۔ یہ ان کا خیال کس طرح ٹھیک ہو سکتا ہے  
جب کہ یہ امر ثابت ہے کہ وہ حق الیقین جو ان کو نہایت میں حاصل ہوتا ہے وہ ہم کو تجلی صوری میں  
حاصل ہو جاتا ہے جو ہمارا اول قدم ہے۔

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ  
مُسْتَقِيمٍ۔ اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے سیدھے راستہ کی  
ہدایت دیتا ہے۔

## مکتوب نمبر ۲۷۸

خواجہ اکریم حسنامی کی طرف ملامد فرمایا۔

اس بیان میں کہ عقاید کے دست کرنے اور شریعت مطہرہ کے موافق عمل کرنے کے بعد ہر شخص کو  
لازم ہے کہ اپنے دل کو اس رائے حق سے سلامت رکھے جس کو مسلمان اسرار کہتے ہیں۔ اور طریقہ تہذیب  
نقشبندیہ کی مدح اور موصوفی یعنی مژدوں کی ادا و اعانت پر ترغیب دینے اور اس کے مناسب امور  
کے بیان میں۔

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ  
اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر



سلام ہو۔

اضططی۔

برادر عزیز کا مکتوب مرعوب پہنچا بہت خوشی حاصل ہوئی۔ وہ نصیحتیں جو آگے دوستوں کو لکھی ہیں اور اب بھی کرتے کے لائق ہیں یہ ہیں کہ پہلے اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ مجسم کی کلامیہ عقائد کی کتابوں کے موافق اپنے عقائد کو درست کریں۔ پھر اس مقام فقہی یعنی فرض و واجب و سنت و مستحب و حلال و حرام و مکروہ و مشتبہ علی اور عمل طور پر بحال لائیں۔ اس کے بعد لازم ہے کہ اسوائے حق کی گرفتاری سے اپنے دل کو سلامت رکھیں۔ اور دل کی سلامتی اس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ دل میں اسوائے حق کا گزر نہ رہے یعنی اگر بالفرض ہزار سال تک زندگی و فکر سے تو بھی حق تعالیٰ کے سوا اور کچھ دل میں نہ گزرے۔ نہ اس معنی سے کہ اشتیاء دل میں گزریں اور ان کو غیر حق نہ جانیں کیونکہ یہ بات ابتداء میں توحید کے مراقبہ کرنے والوں کو بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس معنی سے کہ اشتیاء ہرگز دل میں نہ آنے پائیں۔ اور اشتیاء کا دل پر گزر نہ ہو اس بات پر مبنی ہے جبکہ دل اسوائے حق کو اس طرح بھول جائے کہ اگر مصلحت کے ساتھ بھی اشتیاء اسے یا دلائل تو زیادہ آئیں اس دولت کو فنائے قلب سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اس راہ میں یہ پہلا قدم ہے۔ اور باقی مینے ولایت کے کمالات ہیں سب اسی دولت کی فرع ہیں۔

سیکھش راتاً نکر و اوفا نیست راہ در بار گاہ گریا

اور اس دولت غفلتی تک پہنچنے کے لیے سب سے زیادہ قریب راستہ طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہ کا طریق ہے کیونکہ ان بزرگواروں نے اپنی سیر کی ابتدا عالم امر سے کی ہے۔ اور قلب و قلب کے پیروں والے یعنی خدا کی طرف راستہ لے گئے ہیں۔ انھوں نے دوسروں کی ریاضتوں اور مجاہدوں کے بجائے سنت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے کنارہ کشی اختیار کی ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے زیادہ قریب ہے لیکن سنت کو لازم پکڑنا بہت مشکل کام ہے:

فقطو فی لین تو شل یھضہ واقعدای  
تو مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے ان کے ساتھ  
وسیلہ پھرا اور ان کی ہدایت کا راستہ  
یھضہ ہام۔

اختیار کیا۔

میرانا جامی قدس سرہ نے فرمایا ہے:

اے کوئی شخص بھی جب تک فلاں مقام حاصل نہ کرے بارگاہ کبریا تک راہ نہیں پاسکتا۔

نقشبندیہ حب قافلہ سالار اند کہ ہر بند از رویہاں بہر قافلہ را  
از دلِ سالک ہ جاویدِ صحبتِ نباش می رود و سوسر خلوت و منکر چلہ را  
قاصر سے گر کند این طائفہ را طعنِ قاصد حاش بند کہ برادرِ برباں این گلہ را  
جسٹیرانِ جہاں بستہ این سلسلہ اند رو بہ از جیل چہاں بگسلہ این سلسلہ را

دوسرے یہ کہ قاضی محمد شریف کا محبت سے بھرا ہوا ازراشنامہ پنچا۔ چونکہ فقر کی محبت سے پرتقا کمال خوشی کا باعث ہوا۔ فقیر کی دعا و سلام اس کو پنچا دیں۔

تیسرے واضح ہو کہ شیخ حبیب اللہ کا مستغوب مرغوب پنچا۔ اس نے اپنے والد مرحوم کے فوت ہونے کی نسبت لکھا تھا۔ اَنَا بَلَدُوْا وَاَنَا اَيْتُوْا رَاٰ جَعُوْنَ۔ فقیر کی طرف سے دعا پنچا کہ اتم پر ہی بجالائیں اور کہیں کہ دعا و فاتحہ و استغفار سے اپنے والد مرحوم کی امداد و اعانت کریں۔

فَاتِ الْبَيْتَ كَالْغُرْبَانِ يَكْتَلِفُ دَعْوَةً مَرْدُو دُرْبَنے والے کی طرح ہوتا ہے جو دعا کا منتظر رہتا ہے جو اس کو بیشیہ یا باب یا مار یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔

چوتھے واضح ہو کہ شیخ احمد ان بزرگواروں کا طریقہ اخذ کر کے محبت متاثر ہوا ہے۔ حق تعالیٰ اس کو استقامت عطا فرمائے۔ مثلاً ابیہ چونکہ از سر نو اسلام لایا ہے یعنی تو مسلم ہے۔ اس لیے اس کو عقائد کلامیہ و فارسی کتابوں میں مذکور ہیں سکھائیں اور احکام فقہیہ کی بھی تعلیم دیں۔ تاکہ فرض و واجب سنت و مستحب و حلال و حرام و مکروہ و مستحبہ کو پہچان لے۔ اور اس کے موافق اپنی زندگی بسر کرے۔ اور کتاب گلستان و بوستان کا پڑھنا پڑھانا بیکاری میں داخل ہے۔ والسلام

۱۱۔ نقشبندی بزرگ حب قافلہ سالار این بوجہ سے قافلہ کو حرم کہہ دیتے ہیں۔

سالک کے دل سے ان کی محبت کی کشش و سوسر خلوت اور غلبہ کشتی سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

۱۲۔ اگر کوئی گناہ نم ان گناہیں ہلکے یا ان پر زبان طعن دراز کرے تو اس کی مرضی نہیں تو خدا کی پناہ کہ ایسا لکھ شکر زبان پر نہ لے۔ جہاں کے تمام شیعری سلسلہ سے بندھے ہوئے ہیں۔ کوئی اپنے بلیک جیلوں سے اس سلسلہ کو دم پر نہیں کہ سکتی۔

۱۳۔ سبقتی شریف۔



## مکتوب نمبر ۲۷۹

ہا حسنی کشمیری کی طرف صادر فرمایا۔

اس کی اس نعمت کے شکر ادا کرنے کے لیے یہ کہ اس نے آپ کو طریقہ علیہ نقشبندیہ کی طرف  
دعوت کی تھی۔ اور اس کے حصص میں اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا اظہار کیا ہے جو اس کے وسیلہ سے حاضر ہوئی تھیں  
الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی رَحْمٰتِہٖ  
اللّٰہِیْنَ اَصْحٰفِیْ  
سلام ہو

آپ کا مبارک صحیفہ ہزاروں روئے کرم و اتفاقات اس فقیر کے نام لکھا تھا جناب مولانا ممدی علی  
نے پہنچایا، بڑی خوشی کا باعث ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔

آپ نے دریافت فرمایا تھا کہ شیخ محی الدین ابن عربی کی یہ عبارت:

سَبَبٌ تَرْجِیْبٌ خَلَا تَقْوَاهُمْ مُسَدَّدًا  
ان کی خلافت کی تزیین کا سبب ان کی عیروں کی  
اعتبار ہے۔

شیخ موصوف کی کوئی تصنیف شدہ کتاب میں واقع ہے؟

میرے مخدوم! مدت ہوئی ہے کہ فقیر نے اس عبارت کو فتوحات مکیہ میں دیکھا تھا، لیکن اب وہ  
مقام ہر چند تلاش کیا نہ ملا۔ اگر دوسری بار نظر سے گزرا تو عرض کر دیا جائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دوسرے یہ کہ فقیر آپ کی نعمت کا شکر ادا کرتے اور آپ کے اس احسان کا بدلہ دینے میں قصور اور  
عاجزی کا اقرار کرتا ہے۔ یہ سب کاروبار اسی نعمت پر مبنی ہے اور یہ سب دید و داد اسی احسان سے  
وابستہ ہے۔ آپ کے حسن توسط اور وسیلہ سے فقیر کو وہ کچھ دیا گیا ہے جو کسی نے دیکھا ہی نہیں اور آپ  
کے توسل کی مبین و برکت سے وہ کچھ بخشا گیا ہے کہ کسی نے اس کا مزہ چکھا ہی نہیں۔ خاص خاص عطیے اس  
قدر عطا فرمائے ہیں کہ اکثر لوگوں کو ان عطیوں کا علم بھی نہیں۔ اسوال و منقعات اور مذاق و مواجیس  
اور علوم و معارف اور تجلیات و ظہورات سب کو عروج کے زینے بنا کر قرب کے درجوں اور وصول کی  
منزلوں تک پہنچا دیا۔

قرب و وصول کا لفظ میدانِ جبارت کی منگی کے باعث اختیار کیا ہے۔ ورنہ وہاں نہ قرب ہے  
نہ وصول نہ جبارت ہے نہ اشارت نہ شہود ہے نہ معلوم نہ انتہا ہے نہ کیفیت نہ اس نہ آن نہ زمان

نہ مکان نہ احاطہ نہ مہربان نہ علم نہ معرفت نہ جہل نہ حیرت نہ

چہ گویم یا تو از مرغے نشاندہ کہ با عنفت ابوہم آشیانہ

ز عنقا ہست نامے پیش مردم ز مرغ من بود آن نام ہم گم

ہرگز اللہ تعالیٰ کے ان احسانوں کے اظہار میں جن کا تصور عالم اسباب میں آپ کی اسی نعمت سے ہوا ہے۔ آپ کی نعمت کا شکر بھی شامل تھا۔ اس لیے چند فقروں میں درج کر کے تحریر کیا گیا تاکہ آپ کی نعمت کا تصور اس اشکراوا ہو جائے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ وَعَلَىٰ سَائِرِ مَن  
اَتَمَّ الْهَدَىٰ وَالْقَرَمَ مَابَعَةِ الْمَطْلَعِ  
سَلام جو آپ پر امدان تمام لوگوں پر جو ہدایت کی  
راہ پر چلے۔ اور حضرت مسلمان علی اللہ علیہ السلام  
کی متابعت کو لازم پڑا۔

## مکتوب نمبر ۲۸

حافظ محمود کی طرف سے دعا فرمائی۔

اس بیان میں کہ اس گروہ کی محبت سعادت کا سرمایہ ہے۔ اور جس کسی کو اس نعمت سے مشرف

فرمائیں اور استقامت دیں اس کو سب کچھ دے دیتے ہیں۔

حمد و صلوة اور تبلیغ و دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مکتوب شریف جو جناب مولانا ممد علی  
کے ہمدرد ارسال کیا تھا پہنچا اور بڑی خوشی کا موجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ فقرہ  
کی محبت جو دنیا و آخرت کی سعادت کا سرمایہ ہے، آپ کو کمال طور پر حاصل ہے اور مشارقت کی مدار  
مت نہاس میں کچھ تاثیر نہیں کی۔

دو چیزوں کی محافظت ضروری ہے۔ ایک صاحب شریعت علی اللہ علیہ السلام کی متابعت  
دوسرے شیخ متقدم کی محبت و اخلاص۔ ان دو چیزوں کے ساتھ اور جو کچھ دے دیں سب نعمت ہی  
نعمت ہے۔ اور اگر کچھ بھی نہ دیں لیکن یہ دو چیزیں لایح اور مضبوط ہوں تو پھر کچھ غم نہیں، آخر ایک دن  
دے دیں گے۔ اور اگر غور بالشدان دو چیزیں ہیں سے کسی ایک میں غفلت پڑ جائے۔ اور اعمال و اذواق  
سہہ میں پڑے اس پرندے کا نشان کیا بتاؤں جو عنقا کا ہم آشیانہ ہو حقا کا نام تو لوگ جانتے ہیں پھر  
پرندے کا کسی کو نام بھی معلوم نہیں۔



بھی بدستور اپنے حال پر رہیں تو ان کو راستہ درج جانا چاہیے اور اپنی خبری اور برائی جیسے سال کرنا چاہیے۔ استقامت کا طریقہ یہ ہے۔ **وَاللّٰهُ مُبْتَلٰی الْوَفٰی** (اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے) والسلام۔

## مکتوب نمبر ۲۸

سیادت آب میر نعمان کی طرف صادر فرمایا۔

سلسلہ طبع و نقشبندیہ کی نسبت حاصل کرنے کی نعمت کے شکریں۔ اور اس بیان میں کہ اس طریقہ کی تبعیت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کی طرف راستہ کھول دیتے ہیں۔ اور ہر شخص اس طریقہ میں اپنے واقعات اور مناسبات یعنی غرایم پر بھروسہ کرنے اور نئے نئے امور پیدا کرنے اور آداب طریقت کی رعایت نہ کرے وہ نیراں کا راودہ امید رہتا ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی رَحْمٰتِہٖ** اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَصْطَفٰی** پر سلام ہو۔

اس اعلیٰ نعمت کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے ہم فقراء کو اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ علیہم کی آراء کے موافق اپنے عقائد کو درست کرنے کے بعد بطریق علیہ نقشبندیہ کے سلوک سے مشرف فرمایا اور اس بزرگ خاندان کے نسبت یافتہ مریدوں میں شامل کیا۔ فقیر کے نزدیک اس طریقہ میں ایک قدم آگے بڑھنا دوسرے طریقوں میں سات قدم آگے بڑھنے سے بہتر ہے۔ وہ راستہ جو تبعیت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کی طرف کھولا جاتا ہے وہ اسی طریقہ علیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے طریقوں کی انتہا صرف کمالات ولایت کے انتہا تک ہے۔ وہاں سے آگے کمالات نبوت کی طرف کوئی راستہ نہیں کھلا یہی وجہ ہے کہ اس فقیر نے اپنی کتاب اور رسالوں میں لکھا ہے کہ ان بزرگواروں کا طریقہ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طریقہ ہے جس طرح اصحاب کرام نے وراثت کے طور پر کمالات نبوت سے حیل وافر حاصل کیے اس طریقہ کے منتہی بھی تبعیت کے طور پر ان کمالات سے کمال حصہ پالیتے ہیں۔ وہ ہستندی اور متوسط جنہوں نے اس طریقہ کو لازم پکڑا ہے اور اس طریقہ کے ملتہیوں کے ساتھ کامل محبت رکھتے ہیں وہ بھی امیر و دار ہیں۔

اَللّٰهُمَّ مَعَ مَنْ اَحَبَّ لِيْ

آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے اس کو محبت ہے

دور و قنادوں اور محبوروں کے لیے بڑی بھاری بشارت ہے۔ اس طریق میں ایسے اور شمارہ والا وہ شخص ہے جو اس طریق میں داخل ہو کر اس طریق کے آداب کو مد نظر نہ رکھے اور نئے نئے امور اس طریق میں داخل ہو کر اس طریق کے آداب کو مد نظر نہ رکھے اور نئے نئے امور اس طریق میں پیدا کرے۔ اور طہیقت کے برخلاف اپنے واقعات اور خوابوں پر اکتفا کرے۔ اس صورت میں طریق کا کیا گناہ ہے۔ وہ اپنے واقعات و مناسبات کی راہ پر چلتا ہے۔ یعنی اپنے اختیار سے کعبہ کی طرف سے منہ پھیر کر ترکستان کی طرف جا رہا ہے۔

ترجمہ نہ دسی سمجھئے اعرابی

ایں کہ تو میری ترکستان ست

یہ اچھا نہیں ہے کہ اس طریق کے ارباب طہیقت کی جمعیت اور طالبوں کی سرگرمی کے باوجود آپ کو اس جگہ سے بچا کر دیں۔ اس سے پہلے بھی اگر ان حدود کی سیر کے لیے اشارہ ہوا تھا تو شرائط پر مشروط تھا اور اب بھی انہی شرائط پر مشروط ہے۔ ہاں کمرہ استخارہ اور انشراح قلب کے بعد اگر کسی اور شخص کو اپنے قائم مقام بھا کر تاکہ وضع سابق میں کوئی فتور نہ پڑ جائے۔ بے مشبہ و بے زرد اگر اس طرف آجائیں تو جو ممکن ہے۔ ان شرائط کے عموماً ہاں کے معاملہ کو درہم برہم نہ کریں اور طالبوں کی جمعیت میں غموزہ نہ لیں اس سے زیادہ برا نفع کیا کیا جائے۔ والسلام۔

## مکتوب نمبر ۲۸۲

حضرت الیاس و حضرت خضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات اور ان کے کچھ حالات

کے بیان میں میاں بریل الدین کی طرف سے ارسال فرمایا۔

۱۔ بخاری و مسلم شریف بروایت مسندنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲۔ اے اعرابی مجھے ڈر ہے کہ تو کبھی نہیں پہنچ سکے گا کیونکہ جبراً تو نے انبیاء کی ہے وہ کبھی نہیں بلکہ ترکستان

کو جاتی ہے۔

۳۔ تفسیر معالم التنزیل میں بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ ایسا ہی حضرت ادریس علیہ السلام ہی کا

دوسرا نام ہے مگر دوسرے محسوس کرتے ہیں آپ انبیاء سے ہی اسرائیل میں سے ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ

عنه فرماتے ہیں کہ آپ الیس کے چچا زاد بھائی ہیں محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ آپ حضرت ادریس بن عمران (باقی برصغیر)





فصول ستر میں نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے۔

اس وقت دل میں گزرا کہ ان دونوں بزرگواروں سے کچھ سوال کرے۔ انہوں نے فرمایا کہ جس شخص کے حال پر اللہ تعالیٰ کی خفایت شامل ہو وہاں ہمارا کیا دخل ہے۔ گویا انہوں نے اپنے آپ کو دریاں سے نکال لیا۔ اور حضرت الیاس علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس گفتگو میں کوئی بات نہ فرمائی۔ والسلام

## مکتوب نمبر ۲۸۳

صوفی قرآن کی طرف مائل فرمایا۔

اس بیان میں کہ شب معراج میں حضرت رسالت خاقیت علیہ علی آل الصلوٰۃ والتسلیمات

کی رویت دنیا میں واقع نہیں ہوتی بلکہ آخرت میں واقع ہوتی ہے۔

آپ نے دریافت کیا تھا کہ اہل سنت و جماعت کا اجماع اس بات پر ہے کہ رویت دنیا میں واقع نہیں ہے۔ اور اکثر علمائے اہل سنت و جماعت نے شب معراج میں حضرت رسالت خاقیت علیہ علی آل الصلوٰۃ والتسلیمات کی رویت سے منع فرمایا ہے۔

فَإِنَّ بَيْتَهُ الْأَسْلَافُ وَالْأَصْحَابُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

الصلوة والسلام مآثری رجبہ یثقلہ

الیدعیاج

اور تو نے اپنے رسالوں میں شب معراج کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت کے دنیا میں واقع ہونے

کا اقرار کیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ شب معراج میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت دنیا میں واقع نہیں ہوتی ہے بلکہ آخرت میں واقع ہوتی ہے۔ اس لیے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اس رات چونکہ واقعہ مکان و زمان اور تنگی امکان سے باہر نکل گئے تھے۔ اس لیے انزل وابد کو آن واعد میں معلوم کر لیا۔ ابدایت و نہایت کو ایک ہی نقطہ میں متحد دیکھا۔ اور ان اہل بہشت کو جو کئی ہزار سال کے بعد بہشت میں جائیں گے، بہشت میں دیکھ لیا۔ جدار رحمن بن عوف کو جو تھوڑے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے



پانچ سو سال کے بعد پشت میں جائیں گے دیکھا کہ اس مدت کے گزرنے سے چلے ہی آگئے۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس توقع کی وجہ پر بھی پس وہ رویت جو اس مقام میں واقع ہوئی وہ رویت آخرت ہے اور اس اجماع کے منافی نہیں ہے جو رویت کے عدم وقوع پر ہوا ہے۔ اور اس کو رویت دوسری کسا تجویز پر محمول ہے اور ظاہر پر مبنی ہے۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ اَعْلَمُ بِحَقِّقَاتِ الْأُمُوْر  
اللہ تعالیٰ تمام امور کی حقیقتوں کو جاننے والا ہے

کَلِمَاتُ

## مکتوب نمبر ۲۸۲

لما بعد القاء انبالی کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کیا احوال و مواجید عالم امر کا حصہ ہیں اور ان احوال کا علم عالم خلق سے تعلق رکھتا ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ کا معرفت سے متعلق یہ بیان پہلے اوقات سے تعلق رکھتا ہے معاملے کی اصل حقیقت وہی ہے جو آپ نے اُس مکتوب میں بیان فرمائی ہے جو آپ نے طریقت کے بیان میں اپنے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف تحریر کیا ہے۔

جاننا چاہیے کہ انسان کا ظاہر عالم خلق سے مرکب ہے اور باطن عالم امر سے۔ اسی طرح حیرت، جمالت، جہز و نا امیدی جو امتداد میں جا کر نقیب ہوتی ہے عالم امر سے ہے۔ جو باطن سے انسان ہے۔ ظاہر کو مطابق

وَلِلّٰهِ دِیْنُ حَقِّیْ تَکْمِیْلِ اَلْکَمَامِ قَیْسُ

نہیں کہ بھی سخی و گد کے ہمالہ سے حد ہے۔ واردات کی قوت اور زیادتی کے وقت حد ملتا ہے۔ اگرچہ اس کے لیے ثبات اور قرار نہیں ہوتا لیکن کچھ رنگ ضرور چمک جاتا ہے۔ انسان کے ظاہر سے جو چیز بالذات تعلق رکھتی ہے وہ ان احوال کا علم ہے۔ کیونکہ باطن کو تو ان احوال کا حصول ہوتا ہے۔ ان کا علم، اسوال اگر ظاہر نہ ہوتے تو دانش اور تیز کار دست نہ نکلتا، سرمد ثنائیہ اور معارج و مقامات کا ظہور ظاہر کے اور اک کے لیے ہے پس باطن تو مال سے آراستہ ہوتا ہے اور ظاہر مال کے علم سے موصوف ہوتا ہے۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ وہ اولیاء اللہ جو صاحب علم ہیں اور وہ جو علم سے حصہ نہیں رکھتے، دونوں میں احوال کے نفس حصول میں کوئی فرق نہیں، اگر فرق ہے تو صرف یہ ہے کہ ایک گروہ ان احوال

کا علم بھی رکھتا ہے اور دوسرا احوال کے علم سے موصوف نہیں۔

مثلاً ایک شخص جس پر بھوک کی حالت طاری ہو اور بھوک نے اسے بے قرار اور بے آرام کر رکھا ہو اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی جانتا ہو کہ اس حالت کو بھوک سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک دوسرا شخص جو جس پر بھوک کی ایسی ہی حالت طاری ہو لیکن وہ یہ نہ جانتا ہو کہ اس حالت کو بھوک سے تعبیر کرتے ہیں۔ تو یہ دونوں شخص اس حالت کے نفس حصول میں برابر ہیں۔ فرق صرف جاننے اور نہ جاننے کا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ جو جماعت علم نہیں رکھتی ہے وہ قسم ہے۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جو احوال کے نفس حصول کو بھی بالکل نہیں جانتے اور نہ احوال کے اختلافات اور تغیر و تبدل کو جانتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو تلویحاً (تغیر) احوال سے خبر رکھتے ہیں لیکن احوال کی تعیین و تشخیص نہیں کر سکتے۔ یہ دوسری جماعت اگرچہ احوال کی تشخیص و تعیین نہیں کر سکتی لیکن ان کا شمار احوال والوں میں ہے اور پیر بننے کے لائق ہیں۔ تشخیص احوال ہر شیخ کا کام نہیں بلکہ تشخیص کی یہ دولت زمانہ دراز کے بعد ظاہر ہوتی ہے اور کسی ایک کو اس دولت سے نوازتے ہیں اور دوسروں کو اس کے علم کے حوالہ کرتے ہیں اور اس کا فیصلی بنا دیتے ہیں۔ انبیاء اولہا العزم صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیما تہ علیہم مدنیہ دراز کے بعد معجوت ہوتے تھے۔ اور ان میں سے ہر ایک الگ الگ احکام کے ساتھ مخصوص ہوتا تھا۔ اور دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰت و التیمات ان کے تابع ہونے کی حیثیت سے تشریف لاتے تھے اور اسی احکام پر انکشاف کرتے تھے۔

خاص کنندہ مصلحت عام را

## مکتوب نمبر ۲۸۵

میر سید محبت اللہ انجمیری کی طرف صادر فرمایا۔

سماج، دھڑا رقص اور بعض ان معارف کے بیان میں جو روح سے تعلق رکھتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ

اللہ تعالیٰ ہی کے لیے حمد ہے اور اس کے بڑی

اللہ تعالیٰ عام لوگوں کی مصلحت اور بہتری کے لیے کسی ایک بندے کو خاص کر لیتا ہے۔



بمعدن پر سلام

الذین اضلّوا۔

اسے باور دے تو اس بات کو جان! ارشدك الله تعالى طريق السداد والهدى صراط الرشاد  
کہ سماح اور وجد اس جماعت کے لیے نفع مند ہے جو احوال کے تغیر سے متصف اور اوقات کے تبدیل  
کے ساتھ واقف رہے جو ایک وقت میں حاضر اور دوسرے وقت میں غائب ہوتی ہے۔ نیز جو ایک  
وقت میں اپنے مقصود کو پانے والے اور دوسرے وقت میں اسے گم کرنے والے ہیں۔ یہ لوگ  
اربابِ قلوب ہیں جو تجلیات صفائیہ کے مقام میں ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف اور ایک  
اسم سے دوسرے اسم کی طرف منتقل ہوتے اور بدلتے رہتے ہیں۔ احوال کا تغیر و تبدل ان کا نقد  
وقت ہے اور امیدوں کی پرگندگی ان کے مقام کا حاصل اور خلاصہ ہے۔ دائمی حال کا نصیب  
ان کے لیے محال ہے اور وقت کا ایک ہی کیفیت پر قائم رہنا ان کے حق میں ممنوع ہے۔ ایک  
وقت حالت قبض میں ہوتے ہیں اور دوسرے وقت بطور میں۔ یہ لوگ ابن الوقت ہیں اور اس کے  
مقلوب ہیں۔ ان کو کبھی تو عروج نصیب ہوتا ہے اور کبھی نیچے اتر آتے ہیں۔

(اس کے برعکس) تجلیات ذاتیہ والے جو مقام قلب سے مکمل طور پر باہر آچکے ہیں۔ اور مقلوب  
قلب (اللہ تعالیٰ) سے پیوستہ ہو چکے ہیں اور کلیۃً احوال کی غلامی سے نکل کر احوال میں تہذیبی پیدا  
کرنے والے (رب تعالیٰ) کے ساتھ آزادی حاصل کر چکے ہیں سماح اور وجد کے متعلق نہیں۔ کیونکہ  
ان کا وقت اور حال دائمی ہے۔ بلکہ ان کے لیے کچھ وقت اور حال نہیں۔ تو یہ لوگ اب الوقت اور  
اصحاب تکلیف ہیں۔ اور یہی حاصل ہیں جو رجوع سے قطعاً محفوظ ہیں۔ اور نہ ان سے ان کا مقصود گم ہو سکتا  
ہے۔ اور جب عدم یافت ان کے لیے متصور نہیں تو یافت اور وجد بھی ان کے لیے نہیں۔

ہاں منتہی لوگوں کی ایک قسم ایسی ہے کہ استمرار وقت کے باوجود سماح ان کے لیے نافع ہے  
اس کا مفصل بیان اس مکتوب کے آخر میں ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

کوئی اگر یہ سوال کرے کہ حضرت رسالت خاقیت علیہ علی آداب الصلوٰۃ والتہیۃ نے فرمایا ہے:  
لَا يَمُوتُ مَعَ اللَّهِ وَتَمَّتْ لَا يَسْعَىٰ فِيهِ  
مَلَكَ مُقَرَّبٌ تَوَلَّىٰ قُرْبًا  
میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا وقت ہوتا ہے  
جس میں کسی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل کی  
عملناش نہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ تجھے میدعا اور نیکی کا راستہ دکھائے۔

۲۔ یہ حدیث مبارک رسالہ شیریہ میں بھی موجود ہے۔

اس حدیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ وقت وائمی نہیں ہوتا۔ قرین اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ اس حدیث کے صحیح ہونے کی صورت میں بعض مشائخ نے یہ معنی بیان کیے ہیں:

آئی بِنِ مَمَّ اللّٰہِ وَفَتْ سَسِیْرَہٗ  
یعنی مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمیشہ ایسا وقت نصیب رہتا ہے۔

اگر حدیث کا مطلب یہ ہو تو پھر کچھ اشکال ہی نہیں۔

دوسرا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ اس وقت مستہم کسی وقت کوئی خاص کیفیت میسر آتی ہو اور وقت سے وہ نادر وقت مراد ہو۔ اس صورت میں بھی اشکال رفع ہو جاتا ہے۔

اگر یہ سوال کریں ممکن ہے کہ اس کیفیت کے حاصل کرنے میں سُری آواز سننے کا بھی دخل ہو۔ فقہاء مفتی بھی اس کیفیت کے حصول کے لیے عمل کا محتاج ہے۔ تو اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ اس کیفیت کا حصول غالباً ادا کے نماز کے وقت ہوتا تھا۔ اور بیرون نماز بھی کسی وقت اس کیفیت کا حصول ہوتا ہو تو وہ بھی نماز کے نتائج و ثمرات سے ہوگا۔ ہر مسئلہ کہ حدیث: **فَرَّقَ عَلَیْکَ فِی الصَّلٰوۃِ بَیْنَ مِیْرَی السَّجْدَیْنِ** کی تفسیر میں ہے، میں اسی کیفیت تادہ کی طرف اشارہ ہو۔ ایک دوسری حدیث میں اس طرح وارد ہے:

أَقْرَبُ مَا یَكُونُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِی  
بَدَہٗ کَوَاشِہٖ تَقَالِی کَاسِجَہٗ زَیَادَہٗ قَرِیْبَہٗ نَازِیہٗ  
الحصول ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَأَجْعَلْ دَعْوَتَکَ

اور اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ تمام اوقات جن میں قرب الہی بل شانہ زیادہ ہوگا غیر حق کی گنجائش کی نفی بھی زیادہ ہوگی۔ پس اس حدیث اور مذکورہ آیت کریمہ سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ وہ وقت نماز ہی ہے۔ استمرار وقت اور دوام وصل کی دلیل مشائخ کرام کا اتفاق و اجماع ہے چنانچہ حضرت ذوالنون علیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص بھی واپس لڑا وہ راستے ہی سے واپس لوٹا، اور جس کو وصل نصیب ہو گیا وہ واپس لوٹنے سے محذور و مومن ہے۔

اور یادداشت ہو جناب قدس خداوندی جل سلطانہ میں دوام حضور سے عبارت ہے بطریق حضرات

۱۷ دار قطنی۔

۱۸ مسلم، ابوداؤد اور نسائی شریف بروایت البربر یہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔



خواجگان (نقشبندیہ) قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم میں ایک مقرر اور طے شدہ امر ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ دوام وقت کا انکار عدم وصولی کی علامت ہے۔ مشائخ کرام کی ایک چھوٹی سی جماعت جیسے حضرت ابن عطا اور ان کی طرح کے لوگ جو واصل کے لیے صفات بشریت کی طرف رجوع جواز فرماتے ہیں۔ اور ان کی اس بات سے عدم دوام وقت مفہوم ہوتا ہے جو از رجوع میں اختلاف کرتے ہیں وہ قریب میں وہ بھی اختلاف نہیں کرتے۔ کیونکہ واصل کے لیے رجوع کا وقوع ہرگز نہیں ہو سکتا جیسا کہ ارباب طریقت پر عقیقی نہیں۔ پس عدم رجوع پر مشائخ کرام کا اجماع و اتفاق ثابت ہو گیا۔ اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ بعض کا اختلاف صرف جواز رجوع میں ہے نہ اس کے وقوع میں۔ اس مضمون کو ذہن میں رکھو۔

ارباب طریقت کے منتہی لوگوں کا ایک گروہ ایسا ہے جنہیں درجات کمالی اور مشاہدہ جمال لازوال کے وصول کے بعد ضرورت کی سردی لاحق ہوتی ہے اور مکمل تسلی حاصل ہو جاتی ہے۔ جو انہیں منازل وصول تک عروج سے روک لیتی ہے۔ کیونکہ انہوں نے ابھی منازل وصول اور طے کرنے ہوتے ہیں۔ اور ان کے مدارج قرب ابھی تک مد نہایت تک نہیں پہنچے ہوتے۔ اس کے باوجود عروج کی طرف رغبت رکھتے ہیں اور طلب کے کمال قرب کی آرزو رکھتے ہیں۔ اس صورت میں ان کے لیے جماع مفید اور حرارت بخش ہوتا ہے۔ تو ایسے حضرات کو ہر وقت سماع کی مدد سے منازل قرب تک عروج بسر آتا ہے تسکین حاصل ہونے کے بعد ان منازل سے نیچے آتے ہیں۔ لیکن ان مقامات عروج کا رنگ ساتھ لانے میں اور اس رنگ سے رنگین ہوتے ہیں۔ تاہم ان کی یہ یافت عدم یافت کے بعد نہیں ہوتی کیونکہ عدم یافت ان کے حق میں مفقود ہے۔ بلکہ دوام وصل کے ہوتے ہوئے یہ وجد اور یافت منازل قرب تک ترقی کے لیے ہوتی ہے۔ منتہی اور واصل لوگوں کا سماع اسی جنس سے ہے۔ ان لوگوں کا سماع کی ضرورت اس لیے لاحق ہوتی ہے کہ فنا اور بقا کے بعد اگرچہ انہیں جذبہ عطا دیا جاتا ہے۔ لیکن ان کی طبیعت کا شدید طور پر سرد ہونا جذبے پر غالب آ جاتا ہے اور منازل عروج تک ترقیات کے لیے تہا جدہ کفایت نہیں کرتا تو سماع کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔

مشائخ کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کا ایک اور گروہ ہے جن کے نفوس درجہ ولایت تک وصول کے بعد مقام بندگی میں اتر آتے ہیں۔ ان کی ادوار نفس کی مزاحمت کے بغیر اپنے مقام اصلی میں جناب قدس کی طرف متوجہ رہتی ہیں۔ انہیں ہر وقت نفس مطمئنہ کے مقام میں جو مقام بندگی میں قرار پذیر اور راسخ ہو چکا ہوتا ہے روح کو مدہم نہ ہونے دیتی ہے۔ روح کو اس امداد کے ذریعے اپنے مطلوب کے ساتھ

مناسبت خاص پیدا ہو جاتی ہے۔ لہذا ان بزرگوں کو عبادات میں آرام نصیب ہوتا ہے اور حقوق بندگی اور طاعات کے ادا کرنے میں تسکین حاصل ہوتی ہے۔ ان کی طبیعت میں عروج کی طرف رغبت کم ہوتی ہے۔ اور ان کے باطن میں بندی کی طرف پڑھنے کا شوق بھی قلیل ہوتا ہے۔ ابھی ان کی پیشانی مناسبت شریعت سے روشن ہوتی ہے۔ اور اتباع سنت کے سر پر حسان کا دیدہ بصیرت سر نہیں ہوتا ہے اس لیے یہ حضرات تیز نظر ہوتے ہیں اور دور سے وہ چیز دیکھ لیتے ہیں جسے نزدیک والے دیکھنے سے عاجز ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ عروج کم رکھتے ہیں لیکن نورانی ضرور ہوتے ہیں۔ اور اپنے مقام بندگی میں ہوتے ہوئے نور اصل سے منور ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے اس مذکورہ مقام میں جوتے ہوئے عظیم شان رکھتے ہیں اور اپنی قدر کے مالک ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کو سماع اور وجد کی کوئی حاجت نہیں۔ عبادات ہی ان کے لیے سماع کا کام کرتی ہیں اور اصل کی نورانیت عروج سے کفایت کر جاتی ہے۔

اہل سماع اور وجد کے تقلیدین کی جماعت جو ان بزرگوں کی عظمت شان سے ناواقف ہے اپنے آپ کو زمرہ عشاق میں تصور کرتی ہے۔ اور ان بزرگوں کو خشک زاہد گویا یہ جاہد تقلیدین عشق و محبت کو قص و وجد میں منحصر جانتے ہیں۔ اس لاکھ حقیقت حال اس کے خلاف ہے۔

منشی ارباب طریقت کا ایک اور گروہ ہے جس کو سیر الی اللہ اور بقا باشر کے راستے طے کرنے کے بعد جذبہ قوی عنایت فرمایا جاتا ہے اور کارکنان قضا و قدر انجذاب کی گندمی سے قرب و وصال تک کشاں کشاں لے جاتے ہیں۔ اس گروہ میں سردی سرایت اور تاثیر نہیں کر سکتی۔ اور ان کے لیے تسلی نادر ہے۔ یہ حضرات اپنے عروج میں نادار و مبرا اختیار کرنے کے محتاج نہیں۔ سماع اور رقص کا ان کی خلوت کے تنگ کو یہ میں گز نہیں ہو سکتا۔ اور وجد و تواجد کو ان سے کچھ سروکار نہیں۔ یہ حضرات ممکن الوصول تر ہو نہایت النہایت تک اس عروج انجذاب کی فریہ پہنچتے ہیں اور حضور سرور کائنات علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات والقیامات کی متابعت کے وسیلہ سے اس مقام سے جو حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ مخصوص ہے کچھ محسوس پا لیتے ہیں۔ وصول کی قیوم طائفہ افراد کے ساتھ مخصوص ہے اقطاب بھی اس مقام سے محسوس نہیں پاسکتے۔

اگر بعض فضیل ایزدی محل سلطانہ سے اس نہایت النہایت تک پہنچنے والے گروہ کو دعوت کے لیے عالم طرف واپس لائیں اور طالبان حق کی تربیت ان کے حوالہ کریں قرآن کا نفس مقام بندگی میں نیچے اتر آتا ہے اور اس کی روح نفس کی آمیزش کے بغیر جناب مقدس حق تعالیٰ کی طرف منوجہ رہتی ہے۔ یہی گروہ ہے جو کمال قربیت کا جامع اور یکجہلات قطبیت پر عادی ہے۔ یہاں قلب سے میری مراد قلب ارشاد و قلب اقرار



نہیں۔ مقامات عقلی کے علوم اور عروج اصلی کے معارف اس کو میسر ہیں۔ بلکہ جہاں وہ ہے وہاں نہ نکلے اور نہ اصل نکل اور اصل سے اسے آگے گزار کر لے گئے ہیں۔ اس طرح کے کامل و مکمل نہایت قلیل البروز ہیں۔ اگر مثلاً دوازہ اور طویل زمانوں کے بعد بھی ایسے شخص کا ظهور ہو تو بہت خیریت ہے۔ ایک جہاں اس کے فیض سے محروم ہوگا۔ اس کی نظر امراض قلبیہ کو شفا بخشتی ہے اور اس کی توجہ اخلاق ربوبیہ اور ناپسندیدہ کو دفع کرتی ہے۔ یہی وہ ہستی ہے جو درجہ عروج کو مکمل کر کے نیچے مقام بندگی میں اتر آتی ہے۔ اور عبادات کے ساتھ اس نے اور آرام پکڑا ہے۔

مقام جدیدیت سے کہ مقامات ولایت میں اس سے اوپر کوئی مقام نہیں اس گروہوں سے بعض کو منتخب کر کے اس مقام سے مشرف کرتے ہیں۔ اور مرتبہ مجربیت کے لائق بھی یہی لوگ ہیں۔ تمام کمالات کا جامع تو مرتبہ ولایت ہے اور تمام مقامات پر حاوی و راجع ہے۔ جو مرتبہ ولایت خاصہ اور نبوت سے بہرہ ور ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس پر یہ مصرع صادق آتا ہے

آنچه خواہاں حمد دارند تو تہاداری

اس بات کو ذہن نشین کرلو۔

علوم ہونا چاہیے کہ مبتدی کے لیے سماع اور وجد معزز ہے اور عروج کے منافی ہے، اگرچہ شرائط سماع کے مطابق ہو سماع کی شرائط کا کچھ بیان اس مکتوب کے آخر میں ان شاء اللہ تعالیٰ تحریر کیا جائیگا۔ مبتدی کا وجد جاری کا شکار ہے اور اس کا حال وصال ہے۔ اس کی حرکت طبعی ہوتی ہے اور خواہش نفسی سے مخلوط ہوتی ہے۔ اور مبتدی سے میری مراد وہ شخص ہے جو ارباب قلوب میں سے نہ ہو۔ اور ارباب قلوب منتہی اور مبتدی لوگوں کے درمیانی مقام میں ہیں۔ اور منتہی وہ ہے جو فنا فی اللہ اور باقی باللہ ہو۔ یہی حاصل کامل ہوتا ہے۔ اور انتہا کے بہت سے درجات ہیں جو ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔ اور درجوں کے اس متدرج مراتب میں بڑا بالآباد تنگ طے نہیں ہو سکتے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ سماع صرف متوسط اور منتہی حضرات کے ایک طبقے کے لیے نفع مند ہے۔ یہاں کہ اوپر مذکور ہوا۔

لیکن جاننا چاہیے کہ تمام ارباب قلوب (متوسط) حضرات کے لیے سماع مفید نہیں۔ بلکہ ان میں سے بھی صرف ان لوگوں کے لیے نفع مند ہے جو دولت جذبہ سے مشرف نہیں اور ریاضات اور عبادات ثبات کے ذریعہ قطع مسافت کرنا چاہتے ہیں۔ سماع اور وجد اس صورت میں ان لوگوں کے لیے محدود معاون ہے اور اگر ارباب قلوب صاحب جذبہ ہوں تو ان کا سلوک کے راستوں کو طے کرنا جذبہ کی مدد سے ہوتا ہے۔

سہ جو کمالات سارے حسین الگ الگ رکھتے ہیں تو کیا ان سب کا جامع ہے۔

سماج کی انہیں ضرورت نہیں ہوتی۔

اور یہی معلوم ہونا چاہیے کہ جن کے لیے سماج نفع مند ہے وہ بھی شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔ مطلقاً نفع مند نہیں۔ شرائط کے بغیر سماج نقصان دہ چیز ہے۔

ان شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اپنے کامل ہونے کا حقد نہ رکھے۔ اور اگر وہ اپنے کامل ہونے کا حقد رکھتا ہو تو تنہا سے دیکھ رہا ہے گا۔ ہاں اس شخص کو بھی سماج کچھ نہ کچھ فائدہ دیتا ہے۔ لیکن تسکین اور اطمینان کے بعد اس مقام سے پھر نیچے آ جاتا ہے۔ اور سماج کی دوسری شرائط مستقیم الاسوال اکابر کی کتابوں مثلاً عوارف المعارف وغیرہ میں وضاحت کے ساتھ مذکور ہیں۔

ان شرائط میں سے اکثر آج کل کے سماج سلفہ والوں میں مفقود ہیں۔ بلکہ اس قسم کا سماج اور رقص جو اس وقت عام ہے اور اس قسم کا اجتماع جو آج کل مروج ہے کوئی شک نہیں کہ یہ سراسر مضر اور قرینیت باطنی کے بالکل منافی ہے۔ ایسے سماج سے عروج کا خیال کرنا بالکل بے معنی ہے۔ اور اس صورت میں دماغی تنہائی تصور نہیں ہو سکتی۔ اس مقام میں سماج سے امداد و اعانت معدوم ہے۔ بلکہ اس کی جگہ مضر اور مآفات موجود ہے۔

### تنبیہ:

سماج اور رقص اگرچہ بعض منتہی ارباب طریقت کو بھی دیکار ہوتا ہے لیکن ان حضرات کو ابھی مراتب عروج درپیش ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ اس لحاظ سے متوسط لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اور جب تک ممکن ہو سکے کہ مراتب عروج تکمل طہ پہنچے نہ کریں اتنا کی حقیقت ان سے مفقود ہوتی ہے۔ نہایت کنہا سیرالی الشریکی نہایت کے اعتبار سے ہے۔ اور اس سیر کی نہایت اس اسم تک ہے جو اس سالک کا منظر ہے۔ اس کے بعد اس اسم اور اس کے تعلقات میں سیر ہوتی ہے۔ اور جب اسم اور اس کے تمام تعلقات جو ارباب طریقت پر شکست ہوتے ہیں سے گزر کر معنی حقیقی تک پہنچتا ہے۔ اور وہاں فنا اور بقا سے موصوف ہوتا ہے۔

اے عوارف میں ہے کہ شیخ ابو عبد الرحمن سلمی فرماتے ہیں میں نے اپنے دادا سے سنا کہ فرماتے تھے کہ بعض سماج میں شریک ہونے والے کو چاہیے دل زندہ اور نفس مردہ کے ساتھ عقل میں شریک ہو اور جس کا دل مردہ اور نفس زندہ ہو اس کے لیے سماج حلال نہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ شہداء و اعلام العلوم میں فرماید ہے کہ آپ سماج میں یہ بات بھی داخل ہے کہ سماج میں شریک ہونے والا وقت جگہ اور شریک عقل ہونے والوں کی رعایت کرے۔

سلفہ کتاب شیخ الشیخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد بن عبد اللہ سروردی المتوفی ۷۸۵ھ کی تصنیف مبیعہ ہے اور وہ ارباب پرشکس ہے۔ علامہ میر سید شریف جو مافی المتوفی ۸۵۵ھ کے اس پر تعلقات لکھی ہیں مکتشف الفنون۔



تو اس وقت منتہیٰ تحقیق بنتا ہے۔ اور فی الحقیقت سیر الی اللہ کی نہایت اسی صورت میں متحقق ہوتی ہے نہایت اولیٰ کو جو اسم کی نہایت تک ہے اسے بھی نہایت سیر الی اللہ اعتبار کر لیتے ہیں۔ اور اس فنا اور بقا کے لحاظ سے جو اس مرتبہ میں حاصل ہوتی ہے اسم ولایت کا اطلاق کر دیتے ہیں۔ اور یہ جو صوفیہ نے کہا ہے کہ سیر الی اللہ کی کوئی نہایت نہیں قرینہ سیر تقاضا میں ہے اور منازل عروج طے کرنے کے بعد ہے۔ اور سیر فی اللہ کی بے نہایتی کا یہ معنی ہے کہ اس اسم میں سیر واقع ہوتی ہے۔ اور اس اسم میں مندرج تمام شہونات سے تفصیل کے ساتھ موصوف ہوتا ہے، تو اس سیر کی نہایت تک بالکل نہیں پہنچ سکتا کیونکہ ہر اسم بے انتہا شہونات پر مشتمل ہوتا ہے لیکن وقت عروج میں رکاوٹوں فضا و قدر اگر چاہتے ہیں تو اس کو آگے لٹا کر لے جانا چاہیں تو ممکن ہے کہ ایک ہی قدم میں اس اسم کو طے کرنے اور نہایت النہایت تک پہنچ جائے۔ اور اگر وہیں فنا ہو جائے تو نہ ہے سعادت اور بزرگی۔ اور اگر خلوق کی تربیت کے لیے اسے واپس لائیں تو نہ ہے فضیلت۔ یہ گمان نہ کرنا کہ اس اسم تک پہنچنا آسان کام ہے۔ جان کر ہلاک کرنا پڑتا ہے تب جا کر اس دولت سے مشرف کرتے ہیں۔ دیکھیے ارباب طریقت کے گروہ سے کس صاحب نصیب کو اس اعلیٰ درجہ کی نعمت سے سرفراز کرتے ہیں۔

اور اسے نارسیدہ سالک اسے تو تنزیہ اور تقدیس خیال کرتا ہے وہ مقام روح سے بھی بہت نیچے ہوتے ہیں۔ وہ تنزیہ جو تیرے خیال میں فوق العرش معلوم ہوتی ہے وہ بھی دائرہ تشبہ میں داخل ہے۔ اور وہ منزہ مشکوف عالم ادعای میں سے ہے کیونکہ عرش تمام ہمت کو محیط اور عالم اجسام کی منتہا ہے عالم ادعای عالم ہمت و اجسام سے ماوراء ہے کیونکہ روح لا مکانی شے ہے مکان میں نہیں سما سکتی۔ اور روح کو عرش سے اوپر ثابت کرنا تجھے اس وجہ میں نہ قال دے کہ روح تجھ سے دور ہے اور تیرے اور روح کے درمیان مسافت و راز واقع ہے۔ حقیقت حال اس طرح نہیں بلکہ روح کے لا مکانی ہونے کے باوجود اسے تمام جگہوں سے نسبت برابر ہے۔ اور اگر عرش کہنے کے دوسرے معنی ہیں۔ جب تک تو وہاں نہ پہنچے اس معنی کا ادراک نہیں کر سکتا۔

صوفیہ کا ایک گروہ جو تنزیہ روحی تک پہنچا ہے اور اسے فوق العرش پایا ہے اسی تنزیہ کو تنزیہ الہی تصور کر رہا ہے۔ اور اس مقام کے علوم و معارف کو علوم دقیقہ قرار دیا ہے۔ اور استواء کے راز کو حاسی مقام حل کیا ہے۔ حالانکہ حق یہ ہے کہ یہ نور روح کا نور ہے۔ اس تغیر کو بھی اس مقام کے حصول کے وقت اس قسم کا اشتباہ پیدا ہوا تھا لیکن جب عنایت خداوندی جل سلطانہ نے اس گروہ سے آگے گزارا تو جان لیا کہ وہ نور روح کا نور ہے نہ کہ نور الہی جل سلطانہ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِحَقِّکَ اَوْصَا  
کَمَّا یَقْتَضِیْ کَوَلٰکَ اَنْ هَدٰنَا اللّٰہُ  
تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم کو اس راہ  
کی ہدایت نصیب فرمائی۔ اور اگر وہ ہدایت نہ دیتا تو ہم  
ہدایت نہ پاسکتے۔

اور رُوح چونکہ لامکانی شے ہے اور بے چہنی و بے پگونی کی صورت پر پیدا ہوتی ہے اس لیے اس طرح  
کے اشتباہ کا حمل نہ جاتی ہے۔

وَاللّٰہُ یُحِیْطُ بِالْحَقِّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ  
اللّٰہ تعالیٰ ہی احقائق حق فرماتا ہے اور سب سے  
راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

اور صوفیائے کرام کا وہ گروہ جو اس نور کو فوق العرش سے لے کر نیچے اترتا ہے اور اس سے بقا  
پیدا کرتا ہے اپنے آپ کو تشبیہ اور تزیین کا جامع تصور کرتا ہے۔ اور اگر اس نور کو اپنے سے جدا پاتا ہے  
تو اسے مقام "فرق بعد الجمع" گمان کرتا ہے۔ اس طرح کے مغالطے صرف یہ کہبت لائق جوتے ہیں وہی سبحانہ  
تعالیٰ غلطیوں کے مقامات جنط کے مواقع سے بچانے والا ہے۔

جانتا چاہیے کہ رُوح اگرچہ عالم کی نسبت بے چہنی ہے، لیکن حق جل و علا کی نسبت سے دائرہ چوں  
میں داخل ہے۔ تو یہ رُوح گویا عالم چوں اور جناب قدس خداوندی جو حقیقی ہے چوں ہے کے درمیان بلند ہے  
تو رُوح دونوں طرف کا رنگ رکھتی ہے اور دونوں اعتبار اس میں صیح ہیں۔ برعکس بے چہنی حقیقی کے کہ اس تک  
چہنی کی بوجہ نہیں پہنچ سکتی پس جب تک رُوح کے تمام مقامات سے عروج واقع نہ ہوں تب تک اس نام  
تک نہیں پہنچ سکتا۔ لہذا پہلے تمام طبقات جمادات میں تک کہ عرش سے بھی گزرنا چاہیے۔ اور عمل طوطی  
لازم امکان سے باہر آنا چاہیے۔ اس کے بعد عالم ارواح کے مراتب لامکانیت بھی طے کرے تب جا کر  
مالک اس اسم تک پہنچتا ہے۔

غواہ پندار کہ مر واصل راست حاصل خواجہ بجز پندار نیست

تو وہ سبحانہ و تعالیٰ در ادرار ہے۔ اس عالم خلق سے اوپر عالم امر ہے۔ اور عالم سے اوپر اسماء اور شیرازات  
کے مراتب ہیں۔ خلا و امثالہ، اجمالہ اور تفصیلہ۔ اور ان مراتب خلقی و اصلی کو فی الدنئی اور اجمالی و تفصیلی سے  
اور مطلب حقیقی کو تلاش کرنا چاہیے۔ — دیکھیے کس خوش نصیب کو اس جستجو سے فائدہ نصیب ہوا کہ اس صاحب  
دولت کو اس سعادت سے شرف فرماتے ہیں۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل  
لے حضرت صاحب گمان ہے کہ مغلوب سے حاصل ہرچہ ہے۔ حالانکہ انہیں موت یہ بے نیاز گمان ہی حاصل  
ہے حقیقت یہ کہ یہی انہیں حاصل نہیں۔



العظیمہ۔ ہمت بلند رکھنی چاہیے اور جو کچھ راہ میں ہاتھ آجائے اسی پر قناعت نہیں کرنی چاہیے۔  
اور دوا داروں میں اپنا مطلوب تلاش کرنا چاہیے۔  
کیف الوصول الى معاد و دنہا  
قلل الجبال و دوفنن عیونہ

### تفسیر آخر:

دوام وصل اور استمرار وقت اس شخص کے لیے تسلیم کیا جاسکتا ہے جو فنائے مطلق کے بقا باشد۔  
کے ساتھ موصوف اور اس کا علم حصولی علم حضوری سے تبدیل ہو چکا ہو۔ ہم اس بحث کو زیادہ واضح اور مدلل  
طریقہ سے بیان کرتے ہیں:

ہاں لے کہ عالم کو جو علم اپنی ذات کے سرا حاصل ہوتا ہے وہ عالم کے ذہن میں حصول صورت کے  
طریقہ سے ہوتا ہے اسے علم حصولی کہتے ہیں۔ اور جو علم حصول صورت کا محتاج نہیں ہوتا اور وہ عالم کی اپنی  
ذات کا علم ہے یہ علم حضوری ہے کیونکہ اس میں ذات بنفسہا عالم کے سامنے حاضر ہوتی ہے۔ اور علم  
حصولی میں جب تک معلوم کی صورت ذہن میں موجود رہتی ہے اس وقت تک عالم معلوم کی طرف متوجہ  
رہتا ہے۔ اور جب وہ صورت ذہن سے نائل ہو گئی تو ذہن کی وہ توجہ بھی نائل ہو جاتی ہے پس علم حصولی  
میں دعاء توجہ حال مادی ہے۔ بخلاف علم حضوری کے کہ اس میں معلوم سے غفلت غیر مقصود ہے۔ کیونکہ  
اس کے تحقق ہی منشا علم کی ذات کا حضور ہے۔ اور جب یہ حضور دائمی ہے تو ذات کا علم بھی دائمی ہو گا۔  
اپنی ذات سے توجہ کا زوال ممکن نہیں۔ اور بقا باشد کے مقام میں علم حضوری ہوتا ہے جس کا زوال  
نہیں ہو سکتا۔

یہ گمان نہ کرنا کہ بقا باشد اس امر سے جہالت ہے کہ قرآن آپ کو حق تعالیٰ کا یقین پائے، جیسا کہ  
اس گروہ کے بعض لوگوں نے حق الیقین کی یہی تفسیر کی ہے۔ بات اس طرح نہیں۔ بقا باشد جو فنائے مطلق کے بعد  
میسر آتی ہے اس قسم کے علوم سے مناسبت نہیں رکھتی۔ یہ مذکورہ حق الیقین جو بعض نے کہا ہے اس بقا کے  
حاسب ہے جو جذبہ میں حاصل ہوتا ہے۔ وہ بقا جو ہمارا مقصود ہے اور ہے حق

ذوقی اس سے لاشناسی بخدا تا پیشی

لے سعادہ عشرۃ ایک کھانسی طرح ممکن ہے جبکہ میرے اور اس کے درمیان پھاڑوں کی بند پوٹیاں  
اور نشیب و فراز مال ہیں۔

لے بخدا اس شراب کو پینے سے پہلے تم نہیں پہچان سکتے۔

پس استمرار توجہ اور دوام حضور بقا بالہد کی صورت میں موجود ہوتی ہے۔ بقا بالہد کے ساتھ موصوف ہونے سے قبل دوام ممکن نہیں، اگرچہ بہت سے حضرات کو اس مقام میں پہنچنے سے پہلے اس معنی کا وہم برزتا ہے۔ خاصکر طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم میں۔ اور غنی بات وہی ہے جس کی میں نے تحقیق کی ہے اور درست وہی چیز ہے جس کا مجھے اہمام ہوا ہے۔

والیہ تعالیٰ اعلم بالصواب، واللہ تعالیٰ المرجم والعاب۔ والحمد لله رب العالمین  
اولاً و آخراً والصلوة والسلام علی رسولہ دائماً مناسداً۔

## مکتوب نمبر ۲۸۶

ان اللہ فقید کی طرف صاف فرمایا

اتحاد و صحیح کے بیان میں جو آرائے صاحب اہل سنت و جماعت کے موافق کتاب سنت سے

اغور ہے۔ اور اس جماعت کا رد میں نے اہل سنت و جماعت کے عقائد کے خلاف سمجھا ہے یا اہل حق کے خلاف کشف سے معلوم کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جان سے ارشاد اللہ تعالیٰ والہمک سواد القضاہ کہ سالک کے طریق کی جملہ ضروریات میں ایک اتحاد و صحیح ہے جسے علمائے اہل سنت و جماعت نے کتاب سنت اور آثار و سلف سے استنباط کیا ہے اور کتاب و سنت کو ان معانی پر محمول کرنا جنہیں جہود علماء اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت نے کتاب سنت سے سمجھا ہے، یہی ضروری ہے۔ اور اگر بالفرض ان معانی مضمومہ کے خلاف کشف و اہمام سے کوئی چیز ظاہر ہو تو اس کا اعتبار کرنا چاہیے اور ان سے پناہ پکڑنی چاہیے۔

مثلاً آیات و احادیث جن کے ظاہر سے توحید و بدوی مضموم ہوتی ہے۔ اسی طرح احاطہ و سرلانہ و قرب حیت ذاتی معلوم ہوتی ہے جب علمائے حق تھے ان آیات و احادیث سے یہ معنی نہیں سمجھے تو اگر دیکھا کہ سالک پر یہ معانی منکشف ہوں یا ایک ذات کے سوا کسی کو موجود نہ پائے یا اسے مجید بالذات اور اس کا قرب ذاتی جانے تو اس وقت اگرچہ غلبہ حال اور سرگردشت کی وجہ سے معذور ہے، لیکن چاہیے کہ ہمیشہ حق سبحانہ و تعالیٰ سے اتہما اور تصریح کرے کہ اسے اس ثواب سے باہر نکال کر ان امور کا اس پر صلہ اللہ تعالیٰ تجھے سید میں راہ پر چلنے کی ولایت و اس کا اہمام فرمائے۔



الکشاف کے جو آراء صائب علماء اہل حق کے مطابق ہیں۔ اور ایک بال برابر بھی ان کے معتقدات عقائد کے خلاف ظاہر نہ کرے۔ خلاصہ یہ ہے کہ معانی مغرور علماء اہل حق کو کشف کی صداقت کا نشان قرار دے اور اپنے انہام کی گسرتی ان کے سوا کسی شے کو قرار نہ دے کیونکہ وہ معانی جو ان علماء نے حق کے معانی منفرہ کے خلاف ہوں وہ بد اعتبار سے ساقط ہیں۔ کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے معتقدات کا متقدات اب وسنت ہی کو جانتا ہے اور اپنے روی انہام کی وجہ سے کتاب وسنت سے معافی غیر مطابق سمجھ لیتا ہے :

يُؤَيِّدُ بِهِ كِتَابَنَا وَيَقْصِدُ بِهٖ  
اَشْدَّاسُ كَسَا قَدِ بَت كُورَا كَرَا هٖ اَدْبَت  
کتابنا کو دیتا ہے۔

اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ علماء اہل حق کے کچھ ہوتے معافی ہی لائق اعتبار ہیں اور اس کے خلاف مستحسن اس بنا پر ہے کہ انہوں نے یہ معافی صحابہ اور سلف صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے آثار و اتباع سے اخذ کیے ہیں اور ان کی ہدایت کے ستاروں کے انوار سے حاصل کیے ہیں۔ اس لیے نجات ابدی اسی کے ساتھ مخصوص ہو گئی اور اصلاح سرمدی ان کا حصہ قرار پائی :

اَدْلِيكَ يَحْزِبُ اللّٰهُ اَكْثَرُ حِزْبٍ  
يَهِي لَوْكُ اللّٰهُ كَا كَرُو هِي سَسُو كَا اللّٰهُ كَا كَرُو هِي  
اللّٰهُ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔  
لذات پائے داد ہے۔

اور اگر بعض علماء درست عقائد کے باوجود اعمال میں سستی اور کوتاہیوں کے مرتکب ہیں ان کو دیکھ کر مطلق علماء کا انکار کرنا اور سب کو مطلق گناہی ہے انصافی اور بے بنیاد و نکابرہ ہے۔ بلکہ اکثر ضروریات دین کا انکار ہے۔ کیونکہ ان ضروریات کے ناقل ہی علماء گرام ہیں اور کھرے کھوٹے کی پرکھ کرنے والے یہی حضرات ہیں۔ اگر ان کا نور ہدایت نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے۔ اور اگر وہ درست کو خطا سے الگ نہ کرتے تو ہم گمراہ ہو جاتے۔ یہ علماء ہی ہیں جنہوں نے دینِ قدیم کا کلہر بلند کرنے میں اپنی ساری قوت صرف کر دی۔ اور بے شمار لوگوں کو صراطِ مستقیم پر چلا دیا۔ تو جس نے ان کی پیروی کی نجات اور فلاح پائی۔ اور جو ان کا مخالفت ہوا وہ خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کا باعث بنا۔

چنانچہ چاہیے کہ آخر کار صرف یہ کلام کے معتقدات ہی تمام منازل سلوک طے کرنے اور درجات و کرامت کی نہایت کے بعد انہیں علماء اہل حق کے معتقدات ہیں۔ غایت باقی اباب اتنی بات ہے کہ علماء کے لیے ان معتقدات کا حصول نقل یا استدلال سے ہے اور صرف یہ کے لیے کشف یا انہام کے ذریعہ۔ اگرچہ بعض موفقیہ کو ملاوٹ کے درمیان سکروقت اور غلبہ حال کے باعث ان معتقدات کے خلاف کچھ امور ظاہر ہوتے ہیں

لیکن اگر انہیں ان مقامات سے گوارہ نہ کرنا یہاں تک کہ پہنچائیں تو پھر وہ مخالفت باتیں بے مقدار ذرات کی طرح اڑ جاتی ہیں۔ اور اگر انہیں نہایت کا رنگ نہ پہنچائیں تو وہ اسی مخالفت پر قائم رہتے ہیں لیکن امید ہے کہ انہیں اس پر گرفت نہیں کریں گے۔ ایسے صوفیہ کا حکم ہر ضد عقلی کا حکم ہے۔ مجتہد نے استنباط میں غلطی اور ان سے کشف میں خطا واقع ہو گئی۔

اس گروہ کے بعض لوگوں کی مخالفت باتوں میں سے ایک تو وحدت وجود کا حکم اور احاطہ اور قرب اور میت ذاتی کا قول ہے جس کا پہلے گزرا۔

دوسری مخالفت بات یہ ہے کہ وہ خارج میں ذات واجبہ و سلطانہ سے زائد وجود کے ساتھ صفات بمعبراً ثنائیہ کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ علمائے اہل سنت و جماعت صفات کو موجود جانتے اور خارج میں ذات تعالیٰ کے وجود سے ان کا زائد وجود تسلیم کرتے ہیں۔ ان صوفیہ میں یہ انکار اس بنا پر پیدا ہوا کہ اس وقت ان کو صفات کے آئینہ میں ذات تعالیٰ و تقدس کا شعور ہوتا ہے۔ اور یہ بات سب کے علم میں ہے کہ آئینہ دیکھنے والے کی نظر سے پرشیدہ ہوتا ہے پس اس پر شیدگی کی وجہ سے خارج میں صفات کے وجود کو معدوم خیال کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ اگر صفات موجود ہوتیں تو مشدود بھی ہوتیں۔ لہذا جب ان کا شعور دشمن تو ان کا وجود بھی نہیں۔ اور اپنے اس فیصلے کے تحت علماء پر وجود صفات تسلیم کرنے کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں بلکہ کفر اور بت پرستی کا حکم لگاتے ہیں۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ هٰذَا

عن الجبراة فی الطعن۔ اور اگر ان صوفیہ کو اس مقام سے ترقی واقع ہوئی اور ان کا شعور اس پر وہ سے باہر آ جاتا اور صفات کے آئینہ جوئے کی کیفیت ذاتی ہو جاتی تو صفات کو ذات سے جدا دیکھتے اور صفات کا انکار نہ کرتے۔ اعلان کا کام اکابر علماء پر طعن و اعتراض تک نہ پہنچتا۔

ان صوفیہ کی علماء اہل حق کے خلاف تیسری بات یہ ہے کہ بعض امور پر ایسا حکم لگاتے ہیں جو ایجاب واجب تعالیٰ و تقدس کو مستلزم ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ پر لفظ ایجاب کا اطلاق نہیں کرتے اور اراوے کا اثبات کرتے ہیں لیکن فی الحقیقت ارادے کی نفی کرتے ہیں۔ اور اس حکم میں تمام اہل شریعت کی مخالفت کرتے ہیں۔

صوفیہ کی مخالفت باتوں میں سے چوتھی بات یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حق سبحانہ قادر ہے۔ قدرت بمعنی ان شاء فعل وان شاء فعل کے ساتھ یعنی اگر چاہے تو کرے اور اگر نہ چاہے تو نہ کرے۔ اللہ سبحانہ ہمیں اعتراض کی جرات سے بچائے۔



پہلے تفسیر شریبہ کو واجب الصدق جانتے ہیں اور دوسرے کو متنع الصدق۔ اور اسی قول سے ایجاب لازم آتا ہے۔ بلکہ یہ قدرت کے اس معنی کا انکار ہے جو اہل مل کے نزدیک متعین ہے۔ کیونکہ اہل مل کے نزدیک قدرت یعنی صحت فعل و ترک ہے۔ اور ان صوفیہ کے قول سے وجوب فعل اور امتناع ترک لازم آتا ہے۔ پس اس معنی کی اہل مل کے بیان کردہ معنی سے کیا نسبت۔ اس مسئلہ میں ان بعض صوفیہ کا مذہب بعینہ حکماء کا مذہب ہے۔ اور تفسیر اولیٰ کو واجب الصدق اور دوسرے کو متنع الصدق تسلیم کرتے ہوئے ارادے کا اثبات کرنا اور اس اثبات کے ساتھ اپنے آپ کو حکماء سے جدا کرنا کچھ سودمند نہیں کیونکہ ارادہ دو متساوی چیزوں میں سے ایک کی تخصیص کا نام ہے۔ اور جب تساوی نہیں تو ارادہ بھی مفتی ہے۔ اور یہاں وجوب اور امتناع کے درمیان تساوی محدود ہے۔ فاقسم۔

ان بعض صوفیہ کی مخالفت باتوں میں سے پانچ ہیں بات یہ ہے کہ یہ حضرات مسئلہ قضاء و قدر کی بے طریقہ تحقیق کرتے ہیں جس کے ظاہر سے ایجاب لازم آتا ہے۔ اور اس بحث میں ان کی جہارتوں سے ایک جہارت یہ ہے:

الحاکم محکوم والمحمکوم حاکم  
یعنی حاکم محکوم ہے المدعوم حاکم ہے۔

حق تعالیٰ پر کسی شے کو واجب ماننے سے قطع نظر حق سبحانہ کو کسی کا محکوم کہنا اور اس پر کوئی حاکم مسلط کرنا بہت بری بات ہے:

اَللّٰهُمَّ لَيَقُوْلُنَّ هٰنَا اَقِنَ الْعَوَّلَ  
بیشک یہ لوگ ایک بُری اور جھوٹ بات کہتے ہیں۔

ان صوفیہ کی اس طرح کی مخالفت باتیں اور بھی بہت ہیں۔ جیسے رویت حق تعالیٰ کو ممکن نہ جانا اگر صرف تجلی صوری کی صورت میں۔ اور یہ قول حق تعالیٰ کے انکار رویت کو مستلزم ہے۔ اور وہ رویت جیسے تجلی صوری کی شکل میں انہوں نے جائز مانا ہے حق تعالیٰ سبحانہ کی رویت نہیں بلکہ وہ شبہ اور مثال کی ایک قسم ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ بَعِيْذُكَ بِمِثَالٍ  
وَادْرَاكَ وَحْضَابٍ مِّنْ مِّثَالٍ

اور بعض صوفیہ کا یہ قول بھی اہل اسلام کے مخالف ہے کہ کالمین کی ارواح قدیم اور ازل ہیں۔ ان کا یہ قول سراسر اہل اسلام کے خلاف ہے کیونکہ اہل اسلام کے نزدیک عالم اپنے تمام اجزاء کے ساتھ حادث ہے۔ اور کالمین کی ارواح بھی عالم میں سے ہیں۔ کیونکہ عالم جمیع ماسویٰ اللہ کا نام ہے۔ فاقسم

لہ من خدا تعالیٰ کہ بے کیفیت اور بلا درآگ اور بغیر مثال کے وہ جیسے ہے۔

ہیں سالک کو چاہیے کہ حقیقت کا رنگ پہنچنے سے قبل کشف و الہام کی مخالفت کے باوجود علماء اہل حق کی تقلید کو لازم جانے اور علماء کو حق ادا اپنے آپ کو محض تصور کرے کیونکہ علماء تقلید انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات سے استناد پکڑتے ہیں جو وہی قطعی سے مؤید ہیں اور خطا اور غلط سے معصوم ہیں اور سالک کا کشف الہام وحی سے ثابت شدہ احکام سے مخالفت کی صورت میں خطا اور غلط ہے۔ تو اپنے قول کو علماء کے قول پر مقدم رکھنا حقیقت میں نازل شدہ احکام قطعیہ پر مقدم رکھنے کے مترادف ہے۔ اور یہ نہیں مضامین اور محض خسارہ ہے۔

نیز جس طرح کتاب و سنت کے مطابق اعتقاد رکھنا ضروری ہے اسی طرح کتاب و سنت پر اس طریقہ کے مطابق ہر ائمہ مجتہدین نے ان سے استنباط فرمایا ہے اور ان سے حلال و حرام فرض و واجب اور سنت و مستحب اور مکروہ و مشتبہ احکام پر عمل کرنا اور ان کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ اور تقلید کو اس امر کی اجازت نہیں کہ مجتہد کی رائے کے خلاف از خود ہی کتاب و سنت سے احکام اخذ کرتا پھرے۔ اور ان پر عمل کرے۔ اور عمل میں اپنے مجتہد مذہب میں جس کا تابع ہے قول غتار کو اختیار کرے اور غت سے پہنچتے ہوئے حریمیت پر عمل کرے۔ اور حنفی الامکان اقوال مجتہدین کے جمع کرنے میں پوری کوشش کرے تاکہ تحقیق علیہ قول پر عمل واقع ہو۔ مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وضو میں نیت کو نافرض قرار دیتے ہیں۔ تو چاہیے کہ بے نیت وضو نہ کرے۔ اسی طرح امام شافعی وضو میں ترتیب اور پہلے درپے وضو کو لازم جانتے ہیں، تو ترتیب اور پہلے درپے کا خیال رکھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اعضا وضو سے وقت ان کو نافرض جانتے ہیں، تو چاہیے کہ یہ بھی اعضا کو مل کر وضو کرے۔ اسی طرح یہ ائمہ عورت کو چھونے اور ذکر کو نافذ لگانے کو وضو ٹھٹھے کا سبب قرار دیتے ہیں، تو چاہیے کہ عورت کو چھونے اور ذکر کو نافذ لگانے کی صورت میں میں نیا وضو کرے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

یہ دو اعتقادی اور عملی پہ حاصل ہونے کے بعد قرب ایندوی جل شانہ کے مدارج حروج کی طرف متوجہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ السامی مسئلہ تقلید میں متسلب اور پکڑتے۔ بعض غیر تقلید حضرات کا یہ کہ نہ فرائض مسائل میں بھی آزادی سے امام شافعی کے ساتھ یعنی اہم مسائل مختلف فیہ پر اتفاق فرماتے اور اس کے باوجود وہ محض کلامی ہیں مسرت محسوس کرتے۔ اس ملی جملہ کا اثر تھا جو حضرت مجدد نے فقیہ مجدد کے خلاف فرمایا۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے بیان کردہ مسلک و عقیدہ کے خلاف ہے حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ نے دوسرے کئی مقامات پر اپنے امام کی تقلید پر زور دیا ہے۔ اس سلسلے میں مکتوب فیہ مسئلہ و فقہ اہل حق کا مطالعہ کرنا چاہیے جس میں اپنے ذریعہ سہا بہ مسئلہ بیان فرمایا ہے۔